عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان
ہفت روزہ
# ختم نبوۃ
INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۳ | ۶ تا ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ مطابق ۹ تا ۱۵ فروری ۲۰۱۴ء | شمارہ: ۶

جھوٹے مُدعی نبوّت محمّد اصغر کی پُشت پناھی کیوں؟

# صبر و استقامت کی اہمیّت

ختمِ نبوّت کے اعزاز و ثمرات

معمولاتِ نبوی ﷺ

Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

# آپ کے مسائل

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

## رخصتی سے قبل طلاق کا حکم

آسیہ، کراچی

س:...... میں آسیہ بنت غلام حسین نارتھ ناظم آباد کراچی میں عرصہ سے اپنے بہن بھائیوں کے ہمراہ رہتی ہوں۔ میرے والد کا انتقال ہوچکا ہے جبکہ میری والدہ حیات ہیں، ہم کل چھ بہنیں اور دو بھائی ہیں۔ بھائی دونوں مجھ سے بڑے ہیں اور میرا تعلق ایک (شیعہ) گھرانے سے ہے۔ عرصہ ڈھائی سال قبل میرے گھر والوں کی مرضی سے میرے ماموں زاد سے میرا نکاح کیا گیا جبکہ اب تک میری رخصتی نہیں ہوئی۔ تاہم اسی دوران میرا ماموں زاد مجھے کئی مرتبہ تین سے زیادہ مرتبہ طلاق دے چکا ہے، زبانی اور ایک مرتبہ ایس ایم ایس پر بھی، جس میں تین مرتبہ طلاق دیتا ہوں لکھا تھا، چونکہ میں گھر والوں سے چھپ کر ایک مولانا صاحب کے ہاتھ (سنی) مسلک اختیار کرچکی ہوں اور میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ طلاق واقع ہوگئی ہے، مگر (شیعہ مسلک) میں کئی مرتبہ کہہ دینے سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔ جب تک کہ فریقین امام بارگاہ یا قاضی کے ہمراہ طلاق کا مسئلہ طے کرلیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا یہ طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ دوسرا یہ کہ کیا اس کے بعد میں کسی سنی گھرانے میں شادی کرسکتی ہوں یا نہیں؟ اگر کوئی اور شرائط بھی ہیں تو فرمادیجئے۔

ج:...... صورت مسئولہ میں مسماۃ آسیہ کی چونکہ ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی اس لئے شوہر کے ایک طلاق یا بیک لفظ تین طلاق دیتے ہی وہ نکاح سے آزاد ہوگئی ہیں اور ایسی صورت میں طلاق کے بعد عدت بھی نہیں ہے، اس لئے لڑکی جہاں چاہے اپنی رضا اور خوشی سے کسی دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، باقی طلاق کا وقوع کسی کی اجازت، فیصلہ یا رضامندی پر موقوف نہیں ہوتا بلکہ شوہر کے طلاق دے دینے سے ہی طلاق ہوجاتی ہے، خواہ زبانی طلاق دے یا تحریری، خواہ غصہ میں طلاق دے یا مذاق میں، خواہ ایک طلاق دے یا تین۔ بہر صورت طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ اس پر پوری امت کا اجماع ہے۔ اس اجماع کے خلاف کسی کی بات بھی قابل قبول اور قابل اعتماد نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

## نفلی صدقہ

گل محمد، نارتھ کراچی

س:...... نفلی صدقہ کسے کہتے ہیں؟

ج:...... نفلی صدقہ سے مراد مطلقاً صدقہ خیرات ہے جو کہ کسی ضرورت مند اور مستحق کو دیا جائے۔ اس کے لئے کوئی وقت متعین نہیں ہے اور نہ ہی کوئی مقدار متعین ہے بلکہ حسب توفیق جو ہوسکے دے سکتا ہے اور جب چاہے دے سکتا ہے۔

## صدقہ جاریہ کسے کہتے ہیں؟

س:...... صدقہ جاریہ کے بارے میں تفصیل سے وضاحت فرمائیں۔

ج:...... صدقہ جاریہ ایسے صدقہ کو کہتے ہیں کہ جس کا اجر وثواب مسلسل جاری رہے۔ مثلاً حلال مال سے مسجد تعمیر کروادینا یا اس کی تعمیر میں رقم لگادینا، مدرسہ یا اس کی ضروریات کو پورا کردینا۔ دینی کتابیں اور قرآن کریم شائع کروانا یا خرید کر فی سبیل اللہ تقسیم کردینا۔ کنواں کھدوادینا، ہسپتال بنوادینا یا رفاہ عامہ کے دیگر امور میں حصہ ڈالنا کہ جس سے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچتا ہے یہ سب صدقہ جاریہ کی مثالیں ہیں۔

ہفت روزہ

# ختم نبوت

مجلس

## مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۳ — ۶ تا ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ مطابق ۸ تا ۱۴ فروری ۲۰۱۴ء — شمارہ:۶

## سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

## مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

## نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

## مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

## معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

## قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

## سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

## تزئین و آرائش

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

## اس شمارے میں!


| | | |
|---|---|---|
| جھوٹے مدعی نبوت اصغر علی کی پشت پناہی کیوں؟ | ۵ | محمد اعجاز مصطفیٰ |
| نظام زندگی میں صبر و استقامت کی اہمیت | ۷ | مفتی تنظیم عالم قاسمی |
| معمولات نبوی | ۱۱ | ڈاکٹر ساجد خاکوانی |
| ختم نبوت کے اعزاز و ثمرات! | ۱۴ | مولانا ابراہیم حسین عابدی |
| ختم نبوت..... عقل کی روشنی میں | ۱۸ | مولانا محمد اسحاق صدیقی |
| شاہین ختم نبوت کا پانچ روزہ دورہ کراچی | ۲۱ | مولانا قاضی احسان احمد |
| مرزا قادیانی اور اسلامی عبادات! | ۲۴ | شیخ راحیل، جرمنی |
| تحفظ ختم نبوت سیمینار، دہلی کالونی | ۲۷ | مولانا محمد قاسم |


## بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

### زر تعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

### زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۳۵۰ روپے

چیک-ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ:0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درس حدیث

# دنیا سے بے رغبتی

## زبان کی حفاظت کا بیان

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

"حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے) عرض کیا: یا رسول اللہ! نجات کی کیا صورت ہے؟ فرمایا: اپنی زبان کو قابو میں رکھا کرو، اور چاہئے کہ تم کو سمائے رکھے تمہارا گھر، اور اپنی غلطیوں پر رویا کرو۔" (ترمذی ج:۲ ص:۶۳)

مطلب یہ کہ اگر بغیر مؤاخذے کے نجات چاہتے ہو تو تین باتوں کا التزام کرو، ایک یہ کہ زبان قابو میں رکھو، اور کوئی لفظ بے ضرورت اس سے صادر نہ ہو، دوم یہ کہ اپنے گھر میں بیٹھے رہو، بے ضرورت کسی سے نہ ملو، سوم یہ کہ اپنی کوتاہیوں اور لغزشوں پر اشکِ ندامت بہاتے رہو۔

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ: جب آدمی صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضاء زبان کی منت و سماجت کرتے ہیں، اس سے کہتے ہیں کہ: ہمارے بارے میں خدا سے ڈرتے رہنا، کیونکہ ہم سب تیری بدولت (اچھے یا بُرے) ہیں، اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے، اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے (چلنے پر مجبور) ہوجائیں گے۔" (ترمذی ج:۲ ص:۶۳)

انسان کے تمام اعضاء اس کے دل کے تابع ہیں، اور اسی کے اَحکام کی تعمیل کرتے ہیں، جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے:

"اَلَا اِنَّ فِی الْجَسَدِ لَمُضْغَةً، اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ، اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ۔" (متفق علیہ، مشکوٰۃ ص:۲۴۱)

ترجمہ: "سن رکھو! کہ جسم میں ایک ٹکڑا ہے، جب وہ صحیح ہو تو تمام جسم صحیح رہتا ہے، اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، سن رکھو! کہ وہ دل ہے۔"

لیکن زبان، دل کی ترجمان ہے، اور زبان کی اچھائی اور بُرائی کے نتائج سے پورا بدن متأثر ہوتا ہے، اس لئے ہر صبح کو تمام اعضاء اس سے تقویٰ و خشیت کی درخواست کرتے ہیں۔

"حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کون ہے جو مجھے (دو چیزوں کی) ضمانت دیدے، (ایک) اس چیز کی جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان کی)، اور (دوسرے) اس چیز کی جو اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے (یعنی شرم گاہ کی، اور ضمانت دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں چیزوں کو خلاف حکم خداوندی استعمال نہیں کرے گا) میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔" (ترمذی ج:۲ ص:۶۳)

ان دونوں چیزوں کی ضمانت وہی شخص دے سکتا ہے جو اعلیٰ درجے کا متقی و پرہیزگار ہو، اور جو اپنی زبان سے صادر ہونے والے ایک ایک لفظ کی نگہداشت کرے کہ غفلت میں بھی کوئی لفظ خلاف رضائے الٰہی اس کی زبان سے صادر نہ ہو، ظاہر ہے کہ جو شخص زبان کے بارے میں اَحکامِ الٰہیہ کی نگہداشت اس حد تک کرے گا، وہ اپنی دیگر حرکات و سکنات میں اَحکامِ خداوندی کی نگہداشت اس سے بڑھ کر کرے گا، اس لئے اس کو جنت کی ضمانت دی گئی ہے۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے (دو چیزوں کے شر سے) بچالیا، (ایک) اس چیز کے شر سے جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے، اور (ایک) اس چیز کے شر سے جو اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے، وہ جنت میں داخل ہوگیا۔" (ترمذی ج:۲ ص:۶۳)

"حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی بات بتادیجئے جسے میں مضبوط پکڑلوں۔ فرمایا: یہ کہہ کہ: میرا رب اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہ۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! سب سے زیادہ خوفناک چیز کون سی ہے جس کا آپ میرے حق میں اندیشہ رکھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا: یہ!" (ترمذی ج:۲ ص:۶۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی کہ "تو کہہ میرا رب اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہ" ایک ایسا جامع ارشاد ہے جو تمام اَوامر و نواہی کو شامل ہے، مطلب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کو رب مان کر اپنی عبدیت و بندگی کا اقرار کرلیا، تو اب ساری عمر اس کی دھن رہنی چاہئے کہ مجھ سے کوئی حرکت ایسی صادر نہ ہو جو کریم آقا کے حکم و ارشاد اور اس کی رضا و خوشنودی کے خلاف ہو، اگر ایک امر و نہی میں بھی اس کے خلاف ہوگیا تو استقامت میں فرق آگیا، اس لئے دوبارہ عزم اور تجدید توبہ کی ضرورت ہوگی۔

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذکرِ الٰہی کے سوا زیادہ باتیں نہ کیا کرو، کیونکہ ذکرِ الٰہی کے سوا زیادہ باتیں کرنا دل کی سختی (کا موجب) ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ سے سب لوگوں سے زیادہ دور سخت دل ہے۔" (ترمذی ج:۲ ص:۶۳)

مطلب یہ کہ ذکرِ الٰہی کو چھوڑ کر زیادہ باتیں کرنے سے دل کی سختی پیدا ہوتی ہے، جس سے قلب کی استعداد بگڑ جاتی ہے، خوف و خشیت اور حب و رجا وغیرہ سے قلب رفتہ رفتہ خالی ہوجاتا ہے، اور قلب میں ذکرِ الٰہی کی طرف متوجہ ہونے کی صلاحیت نہیں رہتی، اور یہ کیفیت حق تعالیٰ شانہٗ سے بُعد کی علامت ہے، اَعَاذَنَا اللہُ مِنْهَا!

"اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابن آدم کی ہر بات اس کے حق میں مضر ہے، مفید نہیں، مگر بھلائی کا حکم کرنا یا بُرائی سے روکنا یا اللہ تعالیٰ کا ذکر۔" (ترمذی ج:۲ ص:۶۳،۶۴)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفی

# جھوٹے مدعی نبوت اصغر علی کی پشت پناہی کیوں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

عجیب بات ہے کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے، قرآن کریم اور احادیث رسول اللہ، اس ملک میں سپریم لاء ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی حفاظت کا قانون اس ملک میں موجود ہے، لیکن اس کے باوجود امریکا، برطانیہ اور دیگر اسلام دشمن ممالک کا میڈیا، ان کی حکومتیں اور پاکستان میں موجود ان کے لے پالک ایجنٹ ایک منظم سازش کے تحت اسلام، مسلمانوں اور خصوصاً خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور قرآن کریم کے خلاف مسلسل سازشوں میں مصروف ہیں۔

پاکستان میں امریکی اور برطانوی شہریت رکھنے والے گستاخانِ رسول کا اضافہ ہو رہا ہے۔ تلہ گنگ، جہلم میں بھی ایسے گستاخ کو جیل بھجوایا گیا اور اب راولپنڈی کے علاقہ ایئرپورٹ ہاؤسنگ سوسائٹی کے ایک رہائشی ملعون اصغر علی کے خلاف کیس ثابت ہونے پر انہیں سزا سنائی گئی ہے۔ اس پورے کیس کی روئیداد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کے جنرل سیکریٹری مولانا قاری عبدالوحید قاسمی صاحب کی زبانی سنئے جو انہوں نے روزنامہ امت کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں سنائی ہے:

”راولپنڈی میں جھوٹے مدعی نبوت اصغر علی کو سیشن جج کی عدالت سے سزائے موت سنائی جا چکی ہے۔ ساڑھے تین برس تک چلنے والے اس صبر آزما مقدمہ میں برطانوی ہائی کمیشن اور برطانیہ کی ایک این جی او نے عدالت کو دباؤ میں لانے اور مقدمہ کے گواہان کو دھمکانے اور رشوت دینے کی بھرپور کوشش کی۔ جس کے خلاف مقدمے کے مدعی ملک محمد حفیظ اعوان نے تھانہ صادق آباد میں مقدمہ درج کرایا، مگر برطانوی ہائی کمیشن اور ایک برطانوی این جی او اپنی پاکستان شریک این جی او کے ساتھ مل کر نہ صرف اب بھی سرگرم ہے بلکہ مدعی اور گواہوں کو دھمانے کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اس سارے قصے کی روداد بیان کرتے ہوئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا عبدالوحید قاسمی نے ”امت“ کو بتایا کہ ستمبر ۲۰۱۰ء میں ان کے علم میں آیا کہ راولپنڈی کے علاقہ گلزار قائد سے ملحق ایئرپورٹ ہاؤسنگ سوسائٹی کے رہائشی اصغر علی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جس پر مقدمہ کے مدعی ملک حفیظ اعوان نے اس سلسلے میں علماء کی مدد طلب کی، ملزم کے اپنے دوستوں کو لکھے گئے خطوط، وزیٹنگ کارڈ اور اس کے دعوے کا جائزہ لیا گیا تو راولپنڈی اسلام آباد کے علماء نے اسے نبوت کے جھوٹے دعوے کا مرتکب پایا۔ بعد ازاں اس معاملے پر دارالعلوم بنوری ٹاؤن، مرکزی قیادت تحفظ ختم نبوت، جامعہ فریدیہ اسلام آباد، دارالعلوم زکریا اسلام آباد سے فتویٰ لیا گیا تو یہ بات طے پا گئی کہ ملزم توہین رسالت کا مرتکب ہے اور اس کے خلاف مقدمہ درج کیا جانا چاہئے۔ لہٰذا مدعی ملک محمد حفیظ اعوان اور ۱۰ گواہوں نے تھانہ میں مقدمہ کے لئے درخواست دی۔ ۲۲ ستمبر ۲۰۱۰ء کو تھانہ صادق آباد نے ایئرپورٹ سوسائٹی پولیس چوکی کی مدد سے ملزم کو گرفتار کرلیا۔ تھانے پہنچنے پر ملزم سے سوال و جواب کئے گئے تو ملزم نے بلا کسی بحث کے تسلیم کیا کہ وہ اپنے آپ کو (نعوذ باللہ) اللہ کا رسول کہتا ہے اور اس نے پولیس کے سامنے یہ بھی کہا کہ گوجر خان سے راولپنڈی تک یا رسول اللہ کے جتنے بھی بورڈ لگے ہیں وہ اس کو مخاطب کرتے ہوئے (نعوذ باللہ) اللہ نے لگوائے ہیں۔ بعد ازاں تفتیش کے دوران بھی اصغر علی یہ دعویٰ کرتا رہا ہے وہ اللہ کا رسول ہے۔ پولیس نے اس ساری تفتیش کی ویڈیو بنائی، کیونکہ خدشہ تھا کہ ملزم عدالت جا کر اپنے بیان سے منحرف ہو سکتا ہے، چونکہ ملزم نے اعتراف کرلیا تھا، لہٰذا پولیس نے فوری طور پر چالان کر کے اسے اڈیالہ جیل منتقل کردیا۔ اس دوران سابق گورنر

پنجاب لطیف کھوسہ کی صاحبزادی، بیرسٹر سارہ بلال کو مقدمہ کی پیروی کے لئے مقرر کیا گیا۔ جنہوں نے اعتراض کیا کہ ان کی جان کو خطرہ ہے لہٰذا ٹرائل جیل منتقل کیا جائے۔ مولانا عبدالوحید قاسمی نے بتایا کہ جب تک لطیف کھوسہ گورنر رہے ہر دوسری تاریخ پر جج تبدیل ہوتا رہا جس کے سبب مقدمہ میں غیر ضروری تاخیر ہوئی۔ انہوں نے انکشاف کیا کہ ایک ادارے نے ابتدا میں ملزم کی تھانہ میں گفتگو کی سی ڈی غائب کر دی جو بعد میں نواز لیگ کی اعلیٰ قیادت کی مداخلت پر اس شرط کے ساتھ واپس کی گئی کہ اسے عدالت کے سوا کہیں استعمال نہیں کیا جائے گا۔ یہ شرط اس لئے بھی درست معلوم ہوتی ہے کہ ملزم کے بار بار خود کو رسول کہنے کی ویڈیو اگر منظر عام پر آ جاتی تو اس سے نقص امن کا خطرہ لاحق ہو سکتا تھا۔ لہٰذا معاملہ عدالت میں چلتا رہا، بعد ازاں عدالت جیل منتقل کر دی گئی۔ مقدمہ کی ہر پیشی میں بڑی تعداد میں برطانوی شہری اور خواتین جن کا تعلق Reprieve نامی این جی اوز اور برطانوی ہائی کمیشن سے تھا عدالت میں حاضر ہوتے اور دوران سماعت عدالت پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتے رہے، یہاں تک کہ مقدمہ رکوانے کی خاطر برٹش ہائی کمیشن نے تمام سفارتی آداب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہائی کورٹ کے جج مسٹر جسٹس علی باقر نجفی کے نام ۲۳ نومبر ۲۰۱۲ کو ایک خط بھی لکھ ڈالا جس میں کہا گیا کہ ملزم برطانوی شہری اور دماغی طور پر علیل ہے۔ لہٰذا اس کے خلاف مقدمہ روکا جائے۔ مذکورہ جج نے اس خط کو مقدمہ کی فائل کا حصہ بنا دیا بعد ازاں مدعی کے عدم اطمینان پر یہ مقدمہ ہائی کورٹ کے جج جسٹس اعجاز کے پاس چلا گیا جہاں سے تمام اپیلوں کو مسترد کرتے ہوئے سیشن جج کو سماعت جاری رکھنے کا حکم دیا گیا اور سیشن جج نے تمام شواہد کو دیکھتے ہوئے مقدمہ کا فیصلہ ۲۳ جنوری ۲۰۱۴ کو سنا دیا۔ وکیل استغاثہ راجہ شجاع الرحمٰن ایڈووکیٹ نے امت سے بات چیت میں بتایا کہ یہ مقدمہ انتہائی سادہ ہے کہ اس میں شواہد موجود ہیں اور ملزم نے عدالت کے روبرو لکھ کر دیا کہ وہ خود کو پیغمبر مانتا ہے۔ جس کے بعد عدالت نے ملزم کے وکیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ملزم تو اب بھی خود کو پیغمبر مان رہا ہے۔ ذرائع نے امت کو بتایا کہ مقدمہ کے آخری روز مسئلہ کی حساس نوعیت کے پیش نظر جج نے ملزم کے اعترافی بیان کی ویڈیو دوبارہ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو معلوم ہوا کہ سی ڈی عدالتی ریکارڈ سے غائب ہو چکی ہے، جو بعد ازاں فوری طور پر دوبارہ عدالت کو فراہم کی گئی۔ راجہ شجاع الرحمٰن ایڈووکیٹ نے کہا ہے کہ ان کی اطلاعات کے مطابق نہ صرف یہ کہ ملزم اپنی سزا کے خلاف اپیل کرنے جا رہا ہے بلکہ برطانوی این جی او اس کی پاکستان شریک این جی او ”جسٹس پاکستان“ اور برطانوی ہائی کمیشن بڑی جارحانہ انداز میں معاملہ پر اثر انداز ہو رہا ہے۔ برطانوی این جی او Reprieve نے اپنی ویب سائٹ پر برطانوی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اصغر علی کو بچائے اور اس سلسلہ میں این جی اوز کی ڈائریکٹر مایا خوکی اپیل بھی اپ لوڈ کی گئی ہے۔ مولانا عبدالوحید قاسمی نے امت کو بتایا کہ ملزم کو جب گرفتار کیا گیا تو اس کے چند گھنٹے بعد ہی برطانوی ہائی کمیشن سے ایک خاتون تھانے پہنچ گئی اور اس نے ملزم کی رہائی کا مطالبہ کیا تاہم پولیس اس وقت تک گرفتاری ڈال چکی تھی جس پر رہائی ممکن نہیں ہو سکی بعد ازاں تھانہ صادق آباد کے ایس ایچ او نے مولانا قاسمی مدعی کو تھانہ بلایا اور رات گئے تک بٹھائے رکھا اور جب ملزم کے حمایتی دوسرے کمرے میں آ گئے تو ایس ایچ او نے کہا کہ ملزم تو مکر گیا ہے کہ اس نے خود کو رسول کہا ہے۔ مولانا کو کہا گیا کہ جو خرچہ آیا ہے لے کر مقدمہ واپس لے لیں۔ اس پر ایس ایچ او کو کہا گیا کہ ہمارے پاس ویڈیو موجود ہے، دیگر شواہد بھی ہیں، اگر وہ مکر رہا ہے تو بھی معاملہ اب عدالت میں ہے، بعد ازاں اس پر خاصی لے دے ہوئی جب بات نہ بنی تو ساتھ والے کمرے سے ملزم کے ساتھیوں نے تھانہ میں بیٹھ کر دھمکی دی کہ: ”مولوی مان جاؤ ورنہ ہمیں تمہارا علاج کرنا پڑے گا۔“ مولانا قاسمی نے بتایا کہ اس دھمکی کے بعد وہ تھانے سے آ گئے۔

مدعی محمد حفیظ اعوان جو مسلم لیگ ن کے مقامی عہدیدار بھی ہیں نے امت کو بتایا کہ نہ صرف انہیں بلکہ کئی ایک گواہوں کو دھمکایا گیا اور ان سے رابطہ کر کے خریدنے کی کوشش کی جس پر انہوں نے ایف آئی آر بھی درج کروائیں تب جا کر معاملہ ٹھنڈا پڑا۔

واضح رہے کہ سزائے قید کا مجرم اصغر علی برطانیہ اور پاکستان کی دوہری شہریت رکھتا ہے۔ صرف راولپنڈی کی ایئرپورٹ سوسائٹی میں اس کے ۹ بنگلے ہیں۔“

(روزنامہ امت کراچی، ۲۶ جنوری ۲۰۱۴ء)

حکومت پاکستان کو چاہئے کہ اس موذی مجرم کے خلاف عدالت کی طرف سے دی گئی سزا پر عمل درآمد کرائے، بلکہ ایسے سب موذیوں کو تختہ دار پر لٹکائے تاکہ ایسی ذہنیت رکھنے والوں کے لئے عبرت کا سامان ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

نظام زندگی میں

# صبرواستقامت کی اہمیت

مفتی تنظیم عالم قاسمی

زندگی میں بیشتر ایسے واقعات پیش آتے ہیں، جن میں انسان جذبات سے مغلوب ہوجاتا ہے اور غیظ وغضب سے رگیں پھڑکنے لگتی ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ فوری طور پر انتقامی کارروائی کی جائے، جیسا بھی ہوسکے سامنے والے کو اپنی برتری اور طاقت کا ایسا کرشمہ دکھایا جائے کہ دشمن طاقتیں ہمیشہ کے لئے زیر ہوجائیں، ممکن ہے اس سے ذہنی وقلبی سکون ملے اور مختلف خطرات سے نجات بھی، مگر اسلام نے جذبات میں آکر کسی فیصلہ کی اجازت نہیں دی ہے، تمام ایسے مواقع پر جہاں انسان عام طور پر بے قابو ہوجاتا ہے، شریعت نے اپنے آپ کو قابو میں رکھنے، عقل و ہوش سے کام کرنے اور واقعات سے الگ ہوکر واقعات کے بارے میں سوچنے اور غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے، جس کو قرآن کی اصطلاح میں ''صبر'' کہا جاتا ہے۔

قرآن میں ''صبر'' مختلف معانی میں استعمال کیا گیا ہے، اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ بُرائی کرنے والوں کی بُرائی اور بدخواہ لوگوں کے قصور کو معاف کیا جائے یعنی حاسدین اور دشمنوں کے تکلیف دہ کاموں پر غصہ اور اشتعال کے بجائے تحمل، بردباری اور برداشت سے کام لیا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝ وَمَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ۔'' (سورۂ فصلت:۳۴)

ترجمہ: ''اور بھلائی اور بُرائی برابر نہیں، اگر کوئی بُرائی کرے تو اس کا جواب اچھائی سے دو، پھر تو تیرے اور جس کے درمیان دشمنی ہے وہ ایسا ہوجائے گا گویا دوست ہے ناتے والا اور یہ بات ملتی ہے انہیں کو جنہیں صبر ہے اور یہ بات ملتی ہے اس کو جس کی بڑی قسمت ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ خدا نے اس آیت میں ایمان والوں کو غیظ وغضب میں صبر کا اور نادانی وجہالت کے وقت حلم و بردباری کا اور بُرائی کے مقابلہ میں عفو و درگزر کا حکم دیا ہے، جب وہ ایسا کریں گے تو خدا ان کو شیطان کے اثر سے محفوظ رکھے گا۔ (تفسیر کبیر:۱۳/۲۴۰)

معلوم ہوا کہ غصہ اور اشتعال شیطانی اثر ہے، شیطان انسان کو مختلف تدابیر کے ذریعہ ابھارنا چاہتا ہے، تاکہ وہ جذبات میں آکر کوئی ایسا کام کر بیٹھے جو اس کے لئے دور رس نقصانات کا باعث بنے، اسی لئے قرآن نے ہمیشہ عفو ودرگزر کی تعلیم دی ہے اور یہ پیغام دیا ہے کہ معاف کرنے والوں کے لئے آخرت میں بڑا اجر ہے۔ بدخواہ اور حاسدین دنیا میں جتنا چاہیں تمسخر اور مذاق اڑالیں، ایک دن ضرور ان کو اپنے کئے ہوئے پر افسوس کا اظہار کرنا ہوگا، دنیا میں اگر کسی مصلحت کے سبب نجات مل بھی گئی تو قیامت جو عدل وانصاف کا دن ہے، وہاں پر ہر ایک کو اچھے اور بُرے عمل کا بدلہ مل کر رہے گا۔ خدا نے اپنا یہ فیصلہ ان الفاظ میں سنایا ہے:

''قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ۔'' (الجاثیہ:۱۴،۱۵)

ترجمہ: ''ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ ان کو جو اللہ کے جزا وسزا کے واقعات پر یقین نہیں رکھتے معاف کردیا کریں، تاکہ لوگوں کو ان کے کاموں کا بدلہ ملے، جس نے اچھا کیا اس نے اپنے بھلے کے لئے کیا اور جس نے بُرا کیا اس نے اپنا بُرا کیا، پھر تم اپنے پروردگار کے پاس لوٹائے جاؤ گے۔''

اس آیت کے شانِ نزول میں لکھا ہے کہ کسی منافق یا کافر نے کسی مسلمان سے کوئی بدتمیزی کی بات کہی تھی، اس سے بعض مسلمانوں کو طیش آیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور مسلمانوں کو عفو ودرگزر کی نصیحت کی گئی۔ (تفسیر کبیر:۱۴/۱۷۳)

اس مفہوم پر مشتمل متعدد آیات قرآن میں نازل کی گئی ہیں، جن میں مختلف پیرایہ سے جذباتیت کے بدلے حقیقت پسندی، غصہ اور اشتعال کے بجائے صبر وتحمل اور انتقامی کارروائی چھوڑ کر بردباری اور قوت برداشت کی صفت اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ صبر کا راستہ جنت کا راستہ ہے اور

کسی ناخوشگوار واقعہ پر کسی بھائی کے خلاف نفرت اور انتقام کی آگ بھڑک اٹھنا شیطانی راستہ ہے اور شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے، اس لئے اس سے جہاں تک ہوسکے پرہیز کرنا چاہئے۔ (سورۂ فاطر:۶)

حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنا غصہ اتارنے اور بدلہ لینے پر قادر ہو اور اس کے باوجود وہ اپنے غصہ کو دبائے اور قابو میں رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن مخلوق کے سامنے بلائیں گے اور اختیار دیں گے کہ وہ جنت کی آہو چشم حوروں میں سے جس کو چاہے لے لے۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے کوئی وصیت فرمایئے، جس پر میں عمر بھر کاربند رہوں، آپ نے فرمایا: غصہ کبھی مت کرنا، راوی کہتے ہیں اس شخص نے اپنی کوتاہ فہمی کی وجہ سے بار بار یہی سوال لوٹایا، مجھے وصیت کیجئے، آپ نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا: غصہ کبھی مت کرنا۔ (صحیح بخاری)

غصہ ایمان وعمل کے لئے انتہائی مہلک ہے، خلاف مزاج کسی واقعہ پر جب انسان بے قابو ہو جاتا ہے تو تمام شرعی رکاوٹیں اس کے لئے بے اعتبار ہو جاتی ہیں اور وہ غصہ کی حالت میں جو چاہتا ہے کر ڈالتا ہے، اس لئے آپ نے حدیث مذکور میں غیظ و غضب سے دور رہنے کی تاکید کی ہے، مشہور عالم دین مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ اس حدیث کے تحت غصہ کی قباحت اور اس کے تباہ کن اثرات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ اچھے سے اچھا سمجھدار انسان بھی شدید غصہ کی حالت میں عقل وخرد سے خارج اور بالکل پاگل ہو جاتا ہے، نہ خدا اور رسول کی تعلیمات کا ہوش رہتا ہے، نہ اخلاق وانسانیت کے تقاضوں کا، اسی لئے کہا گیا ہے: ''الغضب جنون ساعة'' (غصہ تھوڑی دیر کی دیوانگی کا نام ہے) علماء اخلاق نے لکھا ہے کہ بعض مرتبہ شدت غیظ وغضب سے انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے یا مستقل طور پر پاگل ہو جاتا ہے اور یہ تو بالکل عام بات ہے کہ غصہ فرو ہونے کے بعد انسان خود کو اپنے کئے پر ملامت کیا کرتا ہے اور بسا اوقات بڑے بڑے دوررس نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں اور اس غصہ کے بھوت پر قابو پانا صبر وضبط کا ملکہ پیدا کئے بغیر اور برداشت وتحمل کی عادت ڈالے بغیر ممکن نہیں، لہٰذا غصہ نہ کرنے کی وصیت کا منشا درحقیقت صبر وضبط کی عادت ڈالنے کی وصیت فرمانا ہے۔'' (شرح ریاض الصالحین:۱۳۵)

جذبات کو قابو میں رکھنے اور صبر وتحمل اور ثواب کی کثرت اس بنیاد پر بھی ہے کہ اس میں ایک شخص کو امتحان کی مختلف راہ سے گزرنا پڑتا ہے۔ کہیں ملتے ہوئے فائدوں سے محرومی کو گوارا کرنا پڑتا ہے، کبھی خارجی مجبوری کے بغیر خود سے اپنے آپ کو کسی چیز کا پابند کر لینا پڑتا ہے، کہیں اپنی بے عزتی کو برداشت کرنا پڑتا ہے، کہیں زیادہ کو چھوڑ کر کم پر قانع ہونا پڑتا ہے، کہیں قدرت رکھتے ہوئے اپنے ہاتھ پاؤں کو روک لینا پڑتا ہے، کہیں اپنی مقبولیت کو دفن کرنے پر راضی ہونا پڑتا ہے، کہیں شہرت اور استقبال کے راستے کو چھوڑ کر گمنامی کے طریقے کو اختیار کرنا پڑتا ہے، کہیں الفاظ کا ذخیرہ ہوتے ہوئے اپنی زبان کو بند کر لینا پڑتا ہے، کہیں جانتے بوجھتے دوسرے کا بوجھ اپنے سر پر لے لینا پڑتا ہے، کہیں اپنے آپ کو ایسے کام میں شریک کرنا پڑتا ہے جس میں کسی قسم کا کوئی کریڈٹ ملنے والا نہیں، ان تمام مواقع پر نفس کو کچل کر خلاف نفس کام کرنے پر اپنے آپ کو مجبور کرنا پڑتا ہے، یہی وہ راز ہے جس سے انسان کا سفر ہمیشہ بلندی کی طرف جاری رہتا ہے، وہ کبھی ٹھوکر نہیں کھاتا اور نہ کبھی سخت مایوسی کا شکار ہونا پڑتا ہے، لیکن جذبات اور غیظ وغضب سے ہمیشہ انسان کو نقصان پہنچتا ہے، اس میں فائدے کا کوئی پہلو نہیں، یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری قوتوں کے باوجود کبھی انتقامی جذبات سے کام نہیں لیا۔ قریش نے آپ کو گالیاں دیں، مارنے کی دھمکی دی، راستوں میں کانٹے بچھائے، جسم اطہر پر نجاستیں ڈالیں، گلے میں پھندا ڈال کر کھینچا، آپ کی شان میں ہزار گستاخیاں کیں، مگر کوئی ایسی مثال نہیں کہ غیظ وغضب سے بے قابو ہو کر آپ نے کوئی کارروائی کی ہو، اگر آپ چاہتے تو ایک اشارہ میں ہزاروں خون آشام تلواریں نکل سکتی تھیں، جو آپ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں کا کام تمام کرنے کے لئے کافی ہو جاتیں، مگر قربان جایئے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے اس راہ کو اختیار کیا اور نہ مسلمانوں کو اس کی ہدایت دی، بلکہ موقع بہ موقع آپ علیہ السلام صحابہ کرامؓ کے جذبات کو سکون دینے کی کوشش کرتے اور انہیں صبر وضبط، تواضع و بردباری کا سبق سکھاتے رہتے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ جیسے سخت مزاج صحابیؓ پیغمبر کا بھی مزاج اسلام قبول کرنے کے بعد نرم پڑ گیا تھا، وہی عمر جو معمولی باتوں میں تلواریں سونت لیا کرتے تھے، جب اسلام کی دولت سے سرفراز ہوئے اور مزاج نبوت سے آشنا ہوئے تو تحمل و بردباری کا حیرتناک جذبہ ان میں پیدا ہوا، عین اس وقت جب کہ عام انسانوں کا قابو میں رہنا مشکل ہوتا ہے، حضرت عمر فاروقؓ معافی کا اعلان کر دیا کرتے تھے۔ امام نوویؒ نے اپنے منتخب کردہ حدیث کے مجموعہ ''ریاض الصالحین'' میں حضرت عمر فاروقؓ کے صبر وتحمل کا ایک واقعہ بیان کیا ہے جو بہت دلچسپ ہے اور

عبرتناک بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں ایک نظر اس پر ڈال لی جائے:

"حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک عرب قبیلہ کا سردار عینیہ بن حصن مدینہ آیا اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس ٹھہرا، حر بن قیس ان لوگوں میں سے تھے جن کو فاروق اعظمؓ کے پاس بڑی قربت تھی، بلکہ وہ اراکین شوریٰ میں سے تھے، راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے مقرب وہم نشین علماء وحفاظ قرآن ہی ہوا کرتے تھے خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے، سن رسیدہ ہوں یا نوعمر، بہرحال عینیہ نے اپنے بھتیجے حر بن قیس سے کہا: برادر زادے! تمہیں امیر المومنین سے خاص قرب حاصل ہے، تم مجھے ملاقات کی اجازت لے دو، چنانچہ حر بن قیس نے ملاقات کی اجازت طلب کی، حضرت عمرؓ نے اجازت دے دی، جب یہ دونوں فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عینیہ نے کہا: اے خطاب کے بیٹے: وہ شکایت جس کے پیش کرنے کے لئے میں آیا ہوں یہ ہے کہ خدا کی قسم، تم ہم کو زیادہ نہیں دیتے ہو اور ہمارے حق میں عدل وانصاف کا معاملہ بھی نہیں کرتے ہو، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس دریدہ دہنی اور افترا پردازی پر سخت غصہ ہوگئے۔ یہاں تک کہ آپ نے قصد کرلیا کہ اسے عبرتناک سزا دی جائے۔ حر بن قیس فوراً بول پڑے: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے:" خذ العفو و امر بالمعرف واعرض عن الجاھلین۔" ... عفو کو اختیار کرو، بھلی بات کا حکم دو اور جاہلوں سے درگزر کرو.... میرا چچا عینیہ بن حصن یقیناً جاہلوں میں سے ہے اور اسلامی اخلاق وآداب سے نابلد ہے۔ راوی حدیث حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم جوں ہی حر بن قیس اس آیت کریمہ کی تلاوت کی، حضرت عمرؓ کا غصہ بالکل سرد پڑ گیا اور انہوں نے آیت کریمہ کے حکم سے بال برابر بھی تجاوز نہیں کیا۔" (شرح ریاض الصالحین از مولانا محمد ادریس میرٹھی، ص:۱۳۶،۱۳۷)

کسی شخص کی کامیابی اور بلندی کا راز یہ ہے کہ انتہائی جذباتی مواقع پر انتہائی عقل ودانش سے فیصلہ کرے۔ انفرادی زندگی میں تحمل اور صبر وضبط کی ضرورت تو ہے ہی، لیکن اس کی اہمیت اجتماعی جگہوں میں مزید بڑھ جاتی ہے، جہاں مختلف اذہان اور طبیعت کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، ظاہر ہے کہ کسی فیصلہ یا میمورنڈم پر غور کرتے ہوئے تمام ذہنوں کی رعایت نہیں کی جاسکتی۔ اس میں بعض کی موافقت ہوگی تو بعض کی مخالفت بھی، ساتھ رہتے ہوئے بہت سی ناموافق باتیں بھی پیش آتی ہیں، کبھی مزاجوں کا اختلاف دل شکنی کا باعث ہوتا ہے تو کبھی کسی کی تنقید سے خفت اٹھانی پڑتی ہے بلکہ قدم قدم پر ہزار امتحانی راہوں سے گزرنا پڑتا ہے، اگر تحمل اور صبر وضبط سے کام نہ لیا جائے تو ایک دن بھی اجتماعی جگہوں میں شریک رہنا مشکل ہوگا۔ اس طرح سماجی تنظیموں اور اداروں کا نقصان تو ہوگا ہی، مگر خود اس کی زندگی تباہ اور ناکارہ ہوجائے گی، ہزار صلاحیتوں کے باوجود اس کا علم وہنر بے فیض اور ناکام ہوگا، اس لئے اپنی شخصیت کو نکھارنے، مسائل سے نجات پانے اور خوشگوار زندگی گزارنے کے لئے ضرورت ہے کہ جذبات کو قابو میں رکھا جائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت کا اعلان کیا تو مکہ کا سارا ماحول آپ کے لئے اجنبی بن گیا، وہی لوگ جن کے بیچ آپ کا بچپن اور آپ کی جوانی گزری جو آپ کی امانت وصداقت کے بڑے مداح اور عاشق، آپ کے مخالف اور جانی دشمن ہوگئے، آپ کے رشتہ دار اور اہل خاندان جن سے آپ کو بڑی امیدیں وابستہ تھیں، ان کا بھی آپ کو کوئی سہارا نہیں ملا، وہ بھی انجانے اور ناآشنا ثابت ہوئے، تن تنہا توحید کا پیغام لئے گھر سے باہر نکلے، مگر کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ حالات کا رخ بدل گیا، ناموافق ہوائیں اب موافق ہوگئیں، دشمنوں کے دل پسیج گئے اور پھر وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے دیوانے بنے کہ تاریخ انسانیت میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

عرب کی اجڈ اور گنوار قوموں کے دل ودماغ میں اسلام اور آپ کی بے پناہ محبت اتنی جلدی کیسے رچ بس گئی اور کس طرح ان جانی دشمنوں نے دل وجان سے آپ کی امارت واطاعت کو قبول کرلیا، یقیناً اس پر انسانی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں اور حیرت کی انتہا نہیں رہتی۔ سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے اس تاریخی انقلاب میں جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شیریں زبان، اعلیٰ اخلاق، بہتر لب ولہجہ اور پیہم جدوجہد کا حصہ ہے، وہیں آپ کا صبر وتحمل، بردباری اور قوت برداشت نے بھی بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ بلاشبہ صبر وتحمل کا وصف سراپا نیک، صالح، انتہائی مفید ومعنی خیز ہے، اس سے سعادت وبھلائی، سکون واطمینان اور کیف ونشاط کے مواقع ہاتھ تو آتے ہی ہیں، ساتھ ہی صبر واستقامت کی راہ پر چل کر لوگوں کی قیادت وامامت کا درجہ بھی حاصل کیا جاسکتا ہے، خدا نے اپنا یہ دستور اور قانون بہت پہلے ہی ان الفاظ میں سنایا ہے:

"وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا۔" (السجدہ:۲۴)

ترجمہ: "ہم نے ان میں سے بعض کو قائد اور امام بنایا جو ہماری باتوں سے لوگوں کو واقف کراتے تھے، یہ ان کے صبر کا بدلہ ہے۔"

مومن کی زندگی کا وہ کون سا لمحہ ہے جس میں اس کو کسی نہ کسی طرح جسمانی اور روحانی اذیت و پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑتا ہو، تاریخ شاہد ہے کہ جس نے بھی ان تکلیف دہ مواقع پر صبر و تحمل سے کام لیا، اس کے لئے بعد میں راستے ہموار ہوگئے، کامیابی کی منزل قریب ہوگئی اور پھر بعد میں دشمنوں کے دل بھی بدل گئے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی دور کی تمام مصیبتوں کو مسکراتے ہوئے قبول کرلیا، اعلانِ توحید کے بعد بت پرستوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت رسانی کے لئے جو نت نئے طریقے ایجاد کئے تھے، اس کی طویل اور دردناک داستان سیرت کی تقریباً تمام کتابوں میں موجود ہے، وہ عام راستہ جس میں ہر کس و ناکس کو چلنے کا اختیار تھا، جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو پتھر کی بارش برسائی جاتی، کانٹے بچھائے جاتے، تنگ کیا جاتا، جسم اطہر پر نجاستیں ڈالی جاتیں، بلکہ حرم کی جہاں عام چرند و پرند کو بھی سکون و اطمینان اور تحفظ کا یقین ہوتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں سکون سے نماز پڑھنے کا موقع تک نہیں دیا گیا۔ ابوجہل کے اشارے سے بدبختوں نے آپ کی پشت مبارک پر اونٹ کی ناپاک اوجھڑی رکھ دی، یہ مخالفت کے دیوانے انسانی حدوں کو پار کر گئے اور آپ ﷺ کی شرافت کو چیلنج کیا، کبھی آپ کو بیہودہ گالیاں دیں، کبھی جادوگر اور کبھی پاگل اور کبھی شاعر کہا اور ہزار طرح سے گستاخیوں اور بے ادبی کی وہ راہیں وضع کی گئیں جن سے غریب سے غریب اور کمزور سے کمزور تر انسان غصہ سے کانپ اٹھتا ہے، مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر و تحمل سے کام لیا اور کبھی آپؐ نے ان باتوں پر برہمی تک ظاہر نہیں فرمائی۔ (جاری ہے)

## اشعارِ ختم نبوت

انتخاب: مولانا ڈاکٹر محمد الیاس فیصل، مدینہ منورہ

بصد یقین و بصد اعتبارِ دیدہ وری
ہے تیری ذات پہ تکمیل عظمت بشری
ترے وجود پہ فہرست انبیاء ہے تمام
تجھی پہ ختم ہے روح الامیں کی نامہ بری
(احسان دانش)

زمانے کے مفکر، فلسفی، نقاد، دانش ور
محمد مصطفی ﷺ کے خوشہ چیں ہیں مرا ایماں ہے
حضور پاک ﷺ کے بعد اب کوئی مرسل نہ آئے گا
حضور پاک ﷺ ختم المرسلیں ہیں مرا ایمان ہے
(خالد بزمی)

سلام اس پر جو آیا پیکرِ جود و سخا بن کر
سلام اس پر جو آیا مرکز صدق و صفا بن کر
سلام اس پر جو آیا دہر میں ختم الرسل بن کر
سلام اس پر جو آیا جلوۂ نور یقیں بن کر
(محمد اکرم رضا)

حق نے ہر سو مصطفی ﷺ کا بول بالا کردیا
عہد جو روز ازل باندھا تھا پورا کردیا
تشنۂ تکمیل چھوڑا تھا جسے اسلاف نے
تو نے اے ختم رسل وہ کام پورا کردیا
(رسا جالندھری)

قرآن کو اپنے معنی یہ شیطان کے چیلے پہنائیں
سنت جو گوارا ہوجائے بدعت سے کفارہ ہوجائے
پھر رنگ دلوں پر چڑھ نہ سکے تہذیب کے مارے بندوں کا
اس ختم رسل کا رنگ اگر ملت کو گوارا ہوجائے
(عبدالرشید طالوت)

ختم الرسل ﷺ حبیب خدا، صاحب کتاب
پیدا کبھی ہوا ہے، نہ ہوگا ترا جواب
قرآن ہے گواہ کہ تو ہے وہ آفتاب
دنیا تمام تیری تجلی سے فیض یاب
(نواب دہلویؒ)

سلام اُن پہ جو مصطفی ﷺ بن کے آئے
محمد ﷺ حبیب خدا بن کے آئے
حبیب خدا مصطفی ﷺ بن کے آئے
وہی خاتم الانبیاء ﷺ بن کے آئے
(عبداللہ)

# معمولاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ڈاکٹر ساجد خاکوانی

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ رات گئے بیدار ہوتے تھے، وضو فرماتے اور پھر تہجد کی نماز کے لئے کھڑے ہوجاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کی نماز بہت طویل ہوا کرتی تھی۔ قیام کی حالت میں بہت لمبی تلاوت فرماتے تھے اور رکوع وسجود بھی بہت طویل ہوا کرتے تھے۔ کچھ صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد کی نماز میں شریک ہونے کی کوشش کی لیکن ان کے لئے ممکن نہ رہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا طویل قیام فرماتے تھے کہ پاؤں مبارک سوج جاتے اور پنڈلیوں میں ورم آجاتا، جب سجدہ کرنا مقصود ہوتا تو حجرۂ مبارک میں اتنی جگہ نہ ہوتی کہ سجدہ کر سکتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سجدہ کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری ٹانگوں پر اپنا ہاتھ مارتے، میں اپنے پاؤں اکٹھے کرتی تو اس جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرماتے تھے۔ اس بات سے حجرۂ مبارک کی لمبائی چوڑائی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، جبکہ اونچائی اتنی تھی کہ لمبے قد کا آدمی کھڑا ہوجائے تو کھجور کے پتوں سے لپٹی ہوئی چھت سے اس کا سر ٹکرا جائے۔ تہجد کی نماز مکمل ہونے پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان بلند ہوجاتی تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعتیں ادا فرماتے جنہیں امت فجر کی سنتوں کے نام سے جانتی ہے، پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص تلاوت فرماتے، یہ مختصر رکعتیں ہوتی تھیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی تھکاوٹ کے باعث ستانے کے لئے لیٹ جاتے اور مسلمان بھی اتنی دیر میں مسجد میں جمع ہوجاتے، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے اور فجر کی طویل قرأت والے دو فرائض پڑھاتے اور پھر مسلمانوں کی طرف چہرۂ انور کر کے بیٹھ جاتے، کوئی خواب دیکھا ہوتا تو مسلمانوں کو سناتے اور اگر مسلمانوں میں سے کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو سن کر اس کی تعبیر فرماتے، بعض اوقات فجر کے بعد دیگر امور پر بھی گفتگو فرماتے اور انہیں جملہ ہدایات دیتے، اس بہانے مسلمانوں کی تعلیم کا انتظام بھی ہوجاتا جبکہ خواتین بھی موجود ہوتی تھیں۔

فجر کے بعد سونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد ناپسند تھا، یہ بہت برکت والا وقت ہوتا ہے جسے ذکر و فکر میں گزارنا چاہئے۔ قرآن مجید نے بھی فجر کے وقت تلاوت کی ترغیب دی ہے۔ اشراق اور چاشت کے نوافل بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات کا حصہ تھے لیکن یہ نوافل بہت چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ رات کے نوافل لمبے ادا کرتے اور دن کے نوافل کو بہت مختصر کر کے ختم کر دیتے۔ فجر سے ظہر تک کا وقت زیادہ تر مسجد کے باہر گزارتے تھے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ نے اپنی تعداد کے دو حصے کئے ہوئے تھے، ایک حصہ فجر سے ظہر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتا اور دوسرا حصہ کاروبار دنیا میں مشغول ہوتا، جبکہ ظہر کے بعد پہلا حصہ دنیا میں مشغول ہوجاتا اور دوسرے حصے کے اصحاب صحبت نبوی سے فیضیاب ہوتے تھے، اس دوران بعض اوقات بازار تشریف لے جاتے اور معاملات کی نگرانی کرتے۔

ایک بار ایک دکان کے باہر غلے کے ڈھیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ ڈالا تو وہ باہر سے خشک اور اندر سے گیلا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دکاندار سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: رات کو بارش کی پھوار کے باعث گندم گیلی ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سخت ناپسند فرمایا کہ اوپر اور اندر میں فرق ہے، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔

بازار میں ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پرانا شناسا دکھائی دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرط محبت میں پیچھے سے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے، یہ اشارہ تھا کہ مجھے پہچانو؟ ابتداً تو اسے اندازہ نہ ہوا، لیکن جب پتہ چل گیا تو اس نے اپنی کمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے خوب خوب مس کی، کیونکہ نبی کے جسم سے جو چیز مس ہوجائے اس پر آگ اثر نہیں کرتی۔ بعض اوقات خاص طور پر خواتین سے ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے جبکہ مرد حضرات اپنے اپنے کاموں پر گئے ہوتے تھے، ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بند محلے میں تشریف لے گئے اور زور سے فرمایا کہ السلام علیکم کوئی جواب نہ آیا، پھر فرمایا تو

بھی جواب نہ آیا، تیسری مرتبہ سلام کیا تو بھی کوئی جواب نہ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس مڑنے لگے تو ہر گھر سے خواتین کی آواز بلند ہوئی کہ وعلیکم السلام یاایہا النبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا پہلے کیوں جواب نہ دیا تو عرب کی ذہین عورتوں نے جواب دیا کہ ہم چاہتی تھیں کہ لسان نبوی سے زیادہ سے زیادہ سلامتیاں ہم تک پہنچیں، کیونکہ پہلی مرتبہ جواب دے دیا جاتا تو باقی دونوں مرتبہ کے دعائیہ سلام سے محروم رہ جاتیں۔ سوموار کا دن عورتوں کے لئے مخصوص تھا جبکہ عمر عزیز کے آخری ایام میں ہفتہ بھر میں دو دن خواتین کے لئے مخصوص کر لئے گئے تھے۔

بعض اوقات اچھا کھانا کھائے بہت دن گزر جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی امیر مسلمان کے گھر تشریف لے جاتے، اسی طرح ایک دن آپ ایک انصاری صحابی کے باغ میں تشریف لے گئے اور اس سے بے تکلفی سے فرمایا کہ ہمیں کھانا کھلاؤ، اس کے دروازے پر تو گویا دنیا و آخرت کی خوش بختیاں پہنچ گئی تھیں۔ اس نے فوراً ہی کھجور کے کچے پکے پھلوں کی ایک ڈالی بطور رسالہ کے خدمت اقدس میں پیش کی اور گھر والوں کو روٹیاں پکانے کا کہہ کر خود ایک بکری ذبح کرنے میں مشغول ہو گئے اور تھوڑی دیر بعد ایک تھال میں بھنا ہوا گوشت اور ایک رومال میں پکی ہوئی روٹیاں دسترخوان پر چن دی گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا تناول کرنے سے پہلے چار روٹیوں میں کچھ سالن کی بوٹیاں رکھ کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیں کہ جاؤ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے آؤ، اس نے اتنے دنوں سے کھانا نہیں کھایا۔ بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوستوں کے ساتھ شہر سے باہر تشریف لے جاتے اور ان کے ساتھ اچھا وقت گزارتے، ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریب کی جھیل میں گئے اور دو دو کی جوڑیاں بنا کر تیراکی کی مشق کی اور مقابلے کئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جوڑے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، بعض اوقات جنات کو ملنے کے لئے بھی پہاڑوں پر تشریف لے جاتے تھے اور ایک خاص مقام پر پہنچ کر صحابہ کرامؓ کو آگے آنے سے روک دیتے اور خود آگے بڑھ کر جنات کے قبائل میں تبلیغ فرماتے۔ جب سفر درپیش ہوتا تو گھر سے دو نفل پڑھ کر سفر شروع کرتے اور واپسی پر پہلے مسجد میں دو نفل ادا کرتے تب گھر میں داخل ہوتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت کم بولتے تھے اور مجلس میں کافی دیر تک خاموشی رہتی، سوال کرنا سخت ناپسند تھا، ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج فرض ہے، ایک مسلمان نے سوال داغ دیا کہ کیا ہر سال؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور آپ خاموش ہو گئے۔ غصہ تحلیل ہونے پر فرمایا: مجھ سے سوال کیوں کرتے ہو؟ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو پھر۔ قرآن مجید نے بھی مسلمانوں کو منع کیا کہ بنی اسرائیل نے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کئے تھے تم اپنے نبی سے اس طرح سوال نہ کرو۔ تاہم کسی اہم سوال کا جواب دیا بھی کرتے تھے۔ مثلاً محفل میں خوشبو پھیل جانے پر مسلمانوں کو اندازہ ہو جاتا تھا کہ جبریل آ گئے ہیں، ایک بار مسلمانوں نے پوچھا کہ جبریل ہمیشہ اس طرف والی گلی سے کیوں آتے ہیں؟ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس لئے کہ اس گلی میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا گھر ہے جو نعت گو شاعر رسول تھے۔ نعت شوق سے سنتے تھے اور نعت گو شاعر کے لئے دعا بھی فرماتے تھے، جب کسی سے خوش ہوتے تو اس کے سامنے محبت کا اظہار کرتے تھے اور جب کسی سے ناراض ہوتے تو خاموشی اختیار کر لیتے تھے اور بہت زیادہ ناراضگی ہوتی تو چہرۂ انور اس سے پھیر لیتے تھے۔ ایک صحابی کی داڑھی میں ایک ہی بال تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھتے تھے اور مسکراتے تھے، اس صحابی نے ایک بار وضو کے دوران وہ بال توڑ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو ناراضگی سے چہرۂ انور پھیر لیا، اس صحابی نے عرض کی: یارسول اللہ! ایک ہی تو بال تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرزنش فرماتے ہوئے جواب دیا کہ خواہ ایک بال تھا تب بھی میری سنت تو تھی تم نے اسے بھی توڑ دیا۔

ظہر سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرۂ مبارک میں تشریف لے آتے اور تھوڑی دیر کے لئے قیلولہ فرماتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ رات کو اٹھنے (تہجد پڑھنے) کے لئے دوپہر کے سونے سے مدد لو۔ اس دوران کوئی ملنے گھر پر آ جاتا تو طبیعت اقدس پر سخت ناگوار گزرتا تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق اتنا بلند تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا تھا، اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ حجرات میں مسلمانوں کو حکم دیا کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر میں استراحت فرمارہے ہوں تو ان کو آوازیں نہ دیا کرو بلکہ مسجد میں بیٹھ کر ان کا انتظار کیا کرو۔" قیلولہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے لئے نکلتے اور مسلمانوں کو ظہر کی نماز پڑھاتے تھے، اگر کوئی منتظر ہوتا تو نماز مختصر کر لیتے اور کسی بچے کی رونے کی آواز آ جاتی تو بہت جلد نماز ختم کر دیا کرتے تھے۔ ظہر کے بعد کا وقت زیادہ تر مسجد میں گزارتے تھے، شاید اس کی وجہ نمازوں کے مسلسل اوقات تھے، اس دوران باہر سے آنے والے مہمانوں سے بھی ملاقات کرتے تھے، بعض اوقات مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے اور تحفے وہدیئے بھی قبول فرماتے تھے۔ ایک بار ایک مسلمان روزے کی حالت میں بیوی کے پاس جانے کی شکایت لے کر آ گیا، فرمایا ساتھ روزے رکھو،

عرض کی ایک روزے کا حال سن لیا ساٹھ کیسے رکھ پاؤں گا؟ فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، عرض کی استطاعت نہیں ہے۔ وہ مسلمان مجلس میں بیٹھ گیا کہ اسی اثنا میں ایک شخص کھجوروں کا ٹوکرا لایا اور خدمت اقدس میں پیش کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مسلمان کہاں ہے جس کا روزہ ٹوٹ گیا تھا؟ جی میں ہوں! فرمایا: یہ کھجوریں غریبوں میں تقسیم کر دو، تمہارا کفارہ ادا ہو جائے گا۔ اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اس شہر مدینہ کے دو پتھروں کے درمیان مجھ سے زیادہ غریب اور کوئی نہیں، اس بے ساختہ جواب پر چہرۂ انور خوشی سے اس حد تک کھل اٹھا کہ اصحاب خوش بخت نے دندان مبارک کی زیارت بھی کر لی، تب فرمایا: جاؤ! خود کھاؤ، اپنے گھر والوں کو کھلاؤ، یہی تمہارے روزے کا کفارہ ہے۔

کھانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو پسند تھا، بکری کی اگلی ٹانگ (دستی) شوق سے تناول فرماتے تھے، سفید لباس خوش ہو کر پہنتے تھے، زندگی بھر میں ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ دھاری دار کپڑے بھی زیب تن کیے تھے۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم یمنی چادر اوڑھ کر بیٹھے تھے اور مسلمانوں کے درمیان بیٹھے ایسے لگ رہے تھے جیسے ستاروں میں چاند جگمگا رہا ہو، سب مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شوق سے دیکھ رہے تھے کہ ایک نے وہ چادر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگ لی، عادت مبارکہ تھی کہ مانگنے والے کو انکار نہیں کیا کرتے تھے، اس کو چادر دے دی تو سب مسلمان اس آدمی سے ناراض ہو گئے، اس پر اس آدمی نے کہا کہ میں اس سے اپنا کفن بناؤں گا اور دوزخ کی آگ سے محفوظ و مامون ہو جاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو بہت پسند تھی، خوشبو کا تحفہ لیا کرتے تھے اور دیا بھی کرتے تھے، جانوروں میں بلی سے بہت پیار تھا۔

بچے بہت اچھے لگتے تھے، خاص طور پر یتیم بچوں کو اپنی اولاد پر بھی فوقیت دیتے تھے۔ ایک بار حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے خدمت گار کا تقاضا کیا تو فرمایا کہ ابھی بدر کے یتیم باقی ہیں۔ کپڑے، جوتے، جرابیں پہنتے ہوئے پہلے دائیں عضو میں چڑھاتے تھے اور اتارتے ہوئے پہلے بائیں عضو سے اتارتے تھے، بیت الخلا میں پہلے بایاں قدم مبارک دھرتے تھے اور نکلتے ہوئے پہلے دایاں قدم مبارک باہر نکالتے تھے جبکہ مسجد میں اس کا الٹ۔ جب بھوک ہوتی تو کھانا تناول فرماتے اور تھوڑی بھوک باقی ہوتی تو ہاتھ کھینچ لیتے تھے، کھانا خلاف مزاج ہوتا تو نقص نہ نکالتے تھے بلکہ دسترخوان سے اٹھ جاتے تھے۔ مسلمانوں کو نماز کی بہت تاکید کرتے تھے اور جب بھی کوئی مشکل وقت ہوتا تو خود بھی نماز میں کھڑے ہو جاتے، دعائیں اور مناجات بہت کثرت سے کرتے تھے اور مسلمانوں کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے۔

لہسن اور پیاز بھی طبع نبوی پر گراں تھا، بدبو سے بہت نفرت تھی اسی لئے کثرت سے مسواک کرتے تھے، سو کر اٹھنے پر مسواک کرتے، وضو میں مسواک کرتے اور اگلی نماز میں گزشتہ وضو برقرار ہوتا تب بھی نماز شروع کرنے سے قبل مسواک دانتوں پر پھیرا کرتے تھے اور کافی دیر گزر جاتی تو بھی مسواک کر لیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب اپنی بیویوں کے پاس جاؤ تو دانت صاف کر کے جاؤ یعنی اس دوران منہ سے بو نہیں آنی چاہئے۔ بکھرے بال اور میلے کچیلے کپڑے سخت ناپسند تھے، کوئی اس حالت میں پیش ہوتا تو براہ راست تنقید کی بجائے دوسروں کی طرف رخ انور کر کے تنبیہ فرماتے تھے، جب بھی گیسوئے مبارک دراز ہو جاتے تو اس کے لئے جیب میں ایک کنگھی رکھا کرتے تھے، ایک زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہاتھی دانت کی بنی کنگھی بھی رہی۔ فجر کے بعد سونا اور عشاء کے بعد محفلیں جمانا بہت ناپسند تھا، راستوں میں بیٹھنے سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ ایک صحابی پرندوں کے بچے اٹھا لایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ناپسند فرمایا اور اسے حکم دیا واپس چھوڑ آؤ۔

سادگی، فقر اور درویشی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی عبارت تھی، ایک بار حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارک میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کھجور کی بنی فرشی چٹائی پر سونے کے باعث کمر اقدس پر چٹائی کے نشان کندہ ہیں اور کمرے میں کل تین مٹی کے برتن رکھے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہو گئے، عرض کیا کہ روم و ایران کے بادشاہوں کے لئے ریشم اور مخمل کے بچھونے ہوں اور سرکار دو جہاں کے لئے کھجور کی یہ چٹائی؟ فرمایا: عمر! کیا تم نہیں چاہتے کہ ان کے لئے صرف دنیا کی نعمتیں ہوں اور ہمارے لئے آخرت کی، لیکن اس حالت میں بھی کمرے کی دیوار سے تو تلواریں لٹکی تھیں۔ سخاوت کی عادت مزاج مبارک کا لازمی حصہ تھا، باغات کی آمدن سے مسجد نبوی کا صحن بھر جاتا تھا اور کل مال تقسیم فرما دیتے اور گھر جا کر پوچھتے کچھ کھانے کو ہے؟ تو جواب میں انکار ملتا تھا اور بھوکے پیٹ سو جاتے تھے۔ مردوں کے لئے سونا، ریشم اور مخمل سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ رات عشاء کے بعد جلد سو جانے کے عادی تھے اور سونے سے پہلے قرآن کریم کی کچھ آیات کی تلاوت کر کے سوتے تھے، جن میں چاروں قل اور آیت الکرسی کی روایات بہت ملتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی معمولات نبوی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

☆☆..........☆☆

# ختم نبوت کے اعزاز و ثمرات!

## حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کا ۱۶؍جنوری بعد نماز مغرب دفتر ختم نبوت پرانی نمائش کراچی میں علماء،طلباء کے اجتماع سے فکر انگیز خطاب

ضبط و ترتیب: مولانا ابراہیم حسین عابدی

حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

میرے بھائیو! مسند احمد کی روایت ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے اس دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث کئے، بہت سارے دوست آپ میں سے منطقی کتابیں پڑھتے ہیں یہ بھی سعادت کی بات ہے کہ بہت سارے فضلاء،وعلماء بھی آج اس اجتماع میں تشریف رکھتے ہیں اور آپ حضرات یہ بات جانتے ہیں کہ خصوصیت اس کو کہتے ہیں کہ: ”یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ“ کہ یہ بات فلاں آدمی کے اندر پائی جاتی ہے اور کسی کے اندر نہیں پائی جاتی۔

آج کی مجلس میں مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ خاتم النبیین ہونا یہ صرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے اور یہ ایسی خصوصیت ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت کی صبح تک پوری انسانیت میں سے کسی کو یہ خصوصیت حاصل نہیں ہوسکتی۔

آپ دوست یہ بات جانتے ہیں کہ مخلوق دو قسم کی ہوتی ہیں، ذوی العقول اور غیر ذوی العقول اور یہ بات بھی مانتے ہیں کہ ذوی العقول مخلوق تین ہیں یعنی جن،فرشتے اور انسان۔ میرا موقف یہ ہے کہ پوری انسانیت،تمام تر جنات اور تمام تر ملائکہ میں سے ذوی العقول مخلوق میں سے خاتم النبیین کا اعزاز صرف اور صرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا۔

عزیز بھائیو! آپ حضرات جانتے ہیں کہ ملائکہ کی کتنی زیادہ تعداد ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ صبح کی نماز کے وقت ستر ہزار فرشتے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر سلام کے لئے حاضر ہوتے ہیں اور ستر ہزار فرشتے شام کو حاضر ہوتے ہیں۔ صبح و شام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے لے کر اس وقت تک اور آج سے لے کر قیامت کی صبح تک ہر روز ایک لاکھ چالیس ہزار فرشتے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ طیبہ پر حاضری دیتے ہیں اور اس شان کے ساتھ کہ جس فرشتے کو ایک مرتبہ موقع ملا اسے قیامت تک دوسری مرتبہ موقع نہیں ملے گا۔ اس سے آپ حضرات اندازہ لگالیں کہ فرشتوں کی کتنی بڑی تعداد ہے، انسانوں سے دگنی تو ہے ہی کہ ہر انسان کے ساتھ خیر اور شر کا فرشتہ ہے۔ یہ تمام تر فرشتے، تمام تر جنات اور تمام تر انسان، ان میں سے اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین کا اعزاز کسی کو نہیں دیا حتیٰ کہ تمام انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو یہ اعزاز نہیں دیا، یہ اعزاز صرف اور صرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ شانہ نے عنایت فرمایا۔

اس وقت دنیا میں تین آسمانی مذاہب چل رہے ہیں یعنی یہودیت، مسیحیت اور اسلام۔ آپ دوست اس بات کو بھی جانتے ہیں کہ مذاہب کی تاریخ کے حوالہ سے قدیم ترین مذہب یہودیت ہے، اس کے بعد نمبر آتا ہے مسیحیت کا اور اس کے بعد اسلام کا۔ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو یہودی کہتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی ذات اقدس پر جو کتاب نازل ہوئی اس کا نام تورات ہے۔

ان تینوں آسمانی مذاہب کا یعنی یہودیت، مسیحیت اور اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ میرے بھائیو! جب نبوت کی ابتدا ہوتی ہے تو عقل سلیم کا تقاضا ہے کہ پھر کسی کی ذات پر اس کی انتہا بھی ہوتی ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ تورات نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آخری نبی قرار نہیں دیا، تورات نے یہودیوں کو آخری امت نہیں کہا، تورات نے یہودیت کو آخری مذہب نہیں کہا اور خود تورات نے اپنے آپ کو آخری آسمانی کتاب قرار نہیں دیا۔

میرے عزیز بھائیو! ہزار تبدیلیوں کے باوجود آج بھی تورات میں ایک ایسی عبارت موجود ہے خود تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان اقدس سے اعلان کر رہی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ:

”میرے بعد خدا تمہارے اندر وہ نبی پیدا کرے گا کہ جس کے ساتھ دس ہزار قدوسیوں کی جماعت ہوگی۔“

تمام انصاف پسند شارحین تورات نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ وہ نبی سے مراد محمد عربی صلی اللہ

علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے اور دس ہزار قدوسیوں سے مراد وہ صحابہ کرامؓ ہیں جو فتح مکہ کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور تورات کا ان کی اس صفت کو بیان کرنا، انہیں قدوسی کہنا، اس کو تو خود قرآن کریم تسلیم کرتا ہے کہ:

"ذالک مثلهم فی التوراة ومثلهم فی الانجیل۔"

میرے بھائیو! اب اس کے بعد باری آتی ہے مسیحیت کی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو نصاریٰ، مسیحی یا عیسائی کہا جاتا ہے۔ سیدنا مسیح علیہ السلام پر جو کتاب اتری اس کا نام انجیل ہے۔ انجیل نے کہیں عیسیٰ علیہ السلام کو آخری نبی نہیں کہا۔ عیسائی حضرات کو آخری امت نہیں کہا، انجیل نے نصرانیت کو آخری مذہب نہیں کہا اور خود انجیل نے اپنے آپ کو بھی آخری آسمانی کتاب قرار نہیں دیا۔

میرے بھائیو! حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی سے پہلے کی جو کیفیت ہے جب ہیرو دیس نامی بادشاہ نے یہودی فوجوں کو بھیج کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکان کا محاصرہ کیا۔ یروشلم، فلسطین اور شام تک کے تمام علاقوں سے پوری یہودیت مسیح علیہ السلام کے مٹانے کے درپے تھی، اس وقت جب کہ اللہ تعالیٰ مسیح علیہ السلام کو آسمان کی طرف لے جارہے تھے، قرآن مجید اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: "ومکروا ومکراللہ" کہ ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے بھی خفیہ تدبیر کی۔ یہودیوں کی تدبیر تھی مسیح علیہ السلام کو پکڑنے کی، میرے رب کی تدبیر تھی مسیح علیہ السلام کو بچانے کی، وہ مسیح علیہ السلام کو پکڑ کر پھانسی پر لٹکانا چاہتے تھے، اللہ تعالیٰ انہیں اپنے قبضہ میں لے کر آسمانوں پر لے جانا چاہتے تھے۔ قرآن کہتا ہے: "وایدناہ بروح القدس" سیدنا جبریل امین آئے، مسیح علیہ السلام کو بچایا، اپنے پروں پر اٹھایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس مکان میں محبوس تھے، اس مکان کے روشن دان سے حضرت جبریل علیہ السلام آپؑ کو اپنے پروں پر اٹھائے آسمان پر لے جارہے ہیں۔ قرآن کریم کہتا ہے: واللہ خیر الماکرین رب کی تدبیر کامیاب رہی۔

حضرات علماء کرام! یہاں ایک نکتہ عرض کرتا ہوں ہرچند کہ وہ میرے اس موضوع کا حصہ نہیں، لیکن عرض کئے دیتا ہوں۔ مسیح علیہ السلام کی اگر حیثیت کو دیکھا جائے، والدہ کے اعتبار سے حضرت مسیح علیہ السلام ایک عام بشر کی طرح کھاتے بھی تھے، پیتے بھی تھے، والد کی طرف سے دیکھیں آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ قرآن کریم میں ہے: "ونفخنا من روحنا" حضرت جبریل علیہ السلام کے نفخ کرنے سے، دم کرنے سے مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس حوالہ سے دیکھا جائے تو مسیح علیہ السلام کے اندر ملکوتی صفات ہیں، اُس حوالہ سے دیکھا جائے تو مسیح علیہ السلام کے اندر بشری صفات ہیں۔

سیدنا مسیح علیہ السلام زمین پر تھے یا نزول کے بعد زمین پر ہوں گے تو بشری صفات کا ظہور ہے۔ اس وقت آسمانوں پر ہیں یا نزول سے پہلے آسمانوں پر رہیں گے تو اب ملکوتی صفت کا ظہور ہورہا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں آتا ہے: "مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد" وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا اعلان کررہے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں حضرت مسیح علیہ السلام کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ محبت ہے، جب ان کو آسمانوں پر لے جایا جارہا تھا اس وقت مسیح علیہ السلام نے اپنے حواریوں اور انصاریوں سے ارشاد فرمایا۔ ان الفاظ کو دیکھیں تو آج بھی یہ لگتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو محبت تھی وہ محبت الفاظ بن کر پگھل پگھل کر آپ کے قلب اطہر سے باہر آرہی ہے۔ مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں جسے انجیل نے آج تک محفوظ رکھا، آپ الفاظ کی بندش کی جانب غور کریں، مسیح علیہ السلام انہیں خطاب کرکے کہتے ہیں:

"اے دے لوگو! مجھے جانے دیو تا میرے بعد خدا تمہارے اندر وہ ابن آدم بھیجے، جس کا بولنا خدا کا بولنا ہوگا۔"

قرآن مجید میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا گیا:

"وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔"

دیانت داری کی بات ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت کی جگہ انجیل کی اس عبارت کو رکھ دیں یا انجیل کی اس عبارت کی جگہ قرآن مجید کی اس آیت کو رکھ دیں۔ الفاظ کا تو فرق ہے مانتا ہوں، لیکن مفہوم ومعنی کا ایک ذرہ برابر بھی فرق نہیں۔

میرے بھائیو! یہودیت اور مسیحیت دونوں جانب سے معاملہ واضح ہوگیا، آج کی مجلس میں، میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید کی آیت پڑھی، بائیسواں پارہ، سورۃ احزاب۔ اس آیت میں پروردگار عالم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے لئے "خاتم النبیین" کا لفظ استعمال کیا اور میں عرض کرچکا ہوں کہ یہ وہ اعزاز ہے کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد یہ اعزاز کسی کو نہیں ملا۔ اب مجھے اجازت دیں کہ میں اس کی ایک اور تعبیر کروں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم وہ تحفۂ نایاب ہیں کہ میرے رب کے خزانے میں بھی حضور کی مثال کوئی نہیں اور اس کے ساتھ عرض کئے دیتا ہوں کہ محمد عربی کو اللہ تعالیٰ نے جو اعزاز دیا، پوری انسانیت میں کوئی اس اعزاز

میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک اور حصہ دار نہیں۔اس کے ساتھ ایک اور تعبیر بھی پیش کروں کہ جس طرح میرا اللہ اپنی توحید میں وحدہ لاشریک ہیں اپنی اس صفت میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم بھی وحدہ لاشریک ہیں۔شریک خدا کا بھی کوئی نہیں مثال حضور کی بھی کوئی نہیں۔

قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کے لئے خاتم النبیین کا لفظ استعمال کیا گیا۔آپ سب اہل علم ہیں جانتے ہیں کہ خاتَم یا خاتِم کا لفظ (زبر یا زیر کے ساتھ) اس کے بے شمار معانی ہیں لیکن تمام اہل لغت کا اس امر پر اتفاق ہے خاتَم یا خاتِم کا لفظ جب جمع کی طرف مضاف ہوگا تو اس کا معنی سوائے آخری کے اور کوئی نہیں ہوگا۔

عزیز بھائیو! خاتَم الکتب، خاتِم الکتب، خاتَم الادیان، خاتِم الادیان، خاتَم الشرائع، خاتِم الشرائع، خاتَم الاولاد، خاتِم الاولاد، خاتَم القوم، خاتِم القوم الی آخرھم... تمام اہل لغت نے اس کا یہی ترجمہ لکھا ہے۔

اب یہ بات متعین ہوگئی کہ جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آخری پیغمبر قرار دیا تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ جس نبوت کا آغاز اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے کیا، اس کی انتہا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر کی۔سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام تھے،سب سے آخری محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔آپ حضرات جانتے ہیں کہ سب سے پہلے وہ ہوتا ہے جس سے پہلے کوئی چیز نہیں اور سب سے آخری وہ ہوتا ہے کس کے بعد کوئی چیز نہ ہو۔جس طرح حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے کوئی نبی نہیں تھا، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی نہیں ہوگا۔دیکھیں حضور علیہ السلام آخری نبی ہیں اور آپ کی شریعت آخری شریعت ہوئی۔حضور علیہ السلام آخری نبی ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی امت آخری امت،حضور علیہ السلام آخری نبی ہیں تو اسکا معنی ہے قرآن مجید آخری کتاب، میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ختم نبوت کے ماننے سے دین کا تحفظ بھی لازم آتا ہے،ختم نبوت کے ماننے سے شریعت کا تحفظ بھی لازم آتا ہے،ختم نبوت کے ماننے سے اس امت کا تحفظ اور بقا بھی لازم آتا ہے،ختم نبوت کے ماننے سے قرآن مجید کا تحفظ بھی ہوتا ہے۔خدانہ کرے اگر کوئی شخص ختم نبوت کا انکار کرتا ہے تو وہ اکیلے ختم نبوت کا انکار نہیں کررہا، اس دین کے آخری ہونے کا انکار کررہا ہے،اس شریعت کے آخری شریعت ہونے کا انکار بھی کررہا ہے اور اس امت کے آخری امت ہونے کا انکار بھی کررہا ہے۔

عزیز بھائیو! اب میں دو تین چیزیں الگ الگ بیان کروں گا اسے ملانے سے نتیجہ سمجھ آئے گا۔نبوت کے بدلنے کے ساتھ امت بھی بدلتی ہے، آدم علیہ السلام جب تشریف لائے ان پر جو ایمان لائے وہ آدم علیہ السلام کی امت تھی۔مسیح علیہ السلام پر جو ایمان لائے وہ حواری اور انصاری کہلائے،محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر جو ایمان لائے انہیں صحابہ اور مومن مسلمان کہا جاتا ہے۔

نبی کو دیکھنے والے صحابہ ہوتے ہیں، نبی پر جو ایمان لائے اور نبی سے ملاقات کا انہیں شرف حاصل ہوا، ملاقات کا لفظ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ کوئی شخص نبی پر ایمان لائے اور نابینا ہو، وہ بھی حضور علیہ السلام سے ملاقات کے بعد صحابی کہلائیں گے اور یہ کہ ایمان لانے کے بعد آخر وقت تک ایمان پر قائم رہے ہوں، ان کو صحابی کہتے ہیں۔حضور آخری نبی ہیں تو اس سے حضور علیہ السلام کے صحابہ کی صحابیت کا بھی تحفظ ہوتا ہے یعنی ختم نبوت کے تحفظ سے صحابہ کرامؓ کا تحفظ بھی لازم آتا ہے گویا ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد دراصل عظمت صحابہؓ کی بھی جدوجہد ہے،جس طرح حضور علیہ السلام کے بعد اب قیامت کی صبح تک کوئی نبی نہیں آسکتا،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی صحابی بھی نہیں بن سکتا۔انبیاء کی جماعت میں رحمت عالم آخری نبی ہیں، انبیاء کے صحابہ میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ آخری صحابہ ہیں۔

برادران عزیز! بداہت اور صراحت کے ساتھ عرض کرتا ہوں بہت سارے ہمارے مورخین حضرات نے اس امر کی صراحت کی ہے کہ تیئیس سالہ دور نبوت میں جو صحابہ کرامؓ دین کے تحفظ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے ان کی تعداد دو سو انسٹھ تھی اور پہلی ختم نبوت کی جنگ جو سیدنا صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت میں مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کے میدان میں لڑی گئی، اس جنگ میں شہید ہونے والے صحابہ کرامؓ کی تعداد بارہ سو سے بھی زیادہ ہے۔اگر قبرستانوں میں دیکھا جائے تو سب سے زیادہ تعداد صحابہ کرامؓ کی مدینہ کے قبرستان بقیع میں ہے۔مدینہ کے قبرستان کے بعد جنت المعلی یعنی مکہ کا قبرستان ہے جس میں سب سے زیادہ صحابہ مدفون ہیں اور تیرے نمبر پر یمامہ کا قبرستان ہے۔

اس بحث پر تمام شروحات حدیث کو نظر میں رکھیں۔جنگ بدر میں حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام جو شہید ہوئے ان کے نام اگر جمع کرنا شروع کردیئے جائیں تو تیرہ چودہ مشکل سے بنتے ہیں۔

پوری کائنات میں تمام نبیوں کی جماعت میں سب سے افضل ترین جماعت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی جماعت ہے۔جماعت میں سب سے زیادہ مقدس وہ لوگ جو بیعت رضوان کے وقت حضور علیہ السلام کے ساتھ تھے سب سے زیادہ قابل احترام وہ جو مقام بدر میں حضور علیہ السلام کے ساتھ تھے۔بدری صحابہ کرامؓ کے بعد بیعت رضوان کے صحابہ

کرامؓ اس کے بعد عشرہ مبشرہ ان میں سب سے زیادہ افضل وارفع خلفاء راشدینؓ اور خلفاء راشدینؓ میں بھی سب سے افضل ذات سیدنا صدیق اکبرؓ کی ہے۔

آپ حضرات کی خدمت میں جو بات عرض کرنا ہے وہ یہ ہے کہ بدر کے صحابہ کرامؓ وہ ہیں جن کی عظمت خدا خود قرآن مجید میں بیان کرتا ہے۔ بدر میں بارہ تیرہ صحابہ کرامؓ شہید ہوئے۔ حضور علیہ السلام کی ختم نبوت کے تحفظ کے لئے یمامہ کے میدان میں جو جنگ لڑی گئی، اس میں ستر بدری صحابہ کرامؓ شہید ہوئے۔ کل بارہ سو صحابہ کرامؓ شہید ہوئے جن میں سات سو صحابہؓ حافظ قرآن تھے۔

ہمارے بزرگوں میں مولانا مفتی حسن صاحب لاہور والے جامعہ مدنیہ کے سینئر اساتذہ میں سے ہیں، حدیث کی کتابیں پڑھاتے ہیں، حضرت مولانا مفتی حسن صاحب سے میں نے خود سنا وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر حرمین شریفین کے دوران مجھے دوستوں نے کہا کہ یمامہ کے میدان چلتے ہیں، میں کہا کہ ضرور چلنا چاہئے۔ یمامہ کے شہیدان ختم نبوت کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔ چنانچہ یمامہ کے میدان میں ہماری گاڑی کھڑی ہوگئی، ہم انتہائی ادب واحترام کے ساتھ میدان کی طرف دیکھ رہے ہیں، تمام ساتھی ذکرو اذکار میں مشغول ہیں، اتنے میں ہماری طرف ایک بدو آیا، اس کے ساتھ تین چار بوڑھے اور بھی تھے وہ ہماری طرف آئے ہم نے بھی ان کی آمد کو غنیمت سمجھا، چلو ان سے معلومات لیتے ہیں۔ ہم نے ان سے پوچھا میاں تم نے اپنے ماں باپ سے ابا عن جد کیا کچھ سنا؟ کہنے لگے: یہ وہی میدان ہے جہاں جنگ ہوئی، جب انہوں نے دیکھا کہ یہ باہر سے آنے والے مہمان علماء اس قبرستان کے بارے میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں تو ان میں سے ایک نے کہا: مفتی صاحب! میں آپ کو ایک حیرت انگیز خبر سناتا ہوں وہ یہ کہ یہ سامنے جو سڑک نظر آرہی ہے، یہ اب سعودی عرب نے بنائی ہے، انہوں نے جب سڑک کے لئے کھدائی وغیرہ کی، کھدائی کے لئے کرین لگائی تو شہداً صحابہ کرامؓ میں سے ایک شہید کا جسم اطہر کرینوں کے ذریعہ جب اوپر آیا تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ان کے کفن سے ایسا لگ رہا تھا جیسا ان کو کل ہی دفن کیا گیا ہے۔ سبحان اللہ!

عزیز بھائیو! اس وقت پوری امت مل کر ایک صحابی رسول کی شان کا مقابلہ نہیں کرسکتی، پورے دین کے تحفظ وبقا کے لئے تیئس سالہ دور نبوت میں جو صحابہ شہید ہوئے ان کی تعداد تو دوسو ستر، ختم نبوت کی پہلی جنگ میں جو صحابہ شہید ہوئے ان کی تعداد بارہ سو سے بھی زیادہ۔ تو مجھے آپ یہ استدلال کرنے کی اجازت دیں کہ تیئس سالہ دور نبوت میں پورے دین کے تحفظ کے لئے اتنے صحابہ کرامؓ نے قربانی نہیں دی، جتنی صحابہ کرامؓ نے ختم نبوت کے تحفظ کے لئے قربانی دی، میں دور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بات کرتا ہوں، جب ختم نبوت پر مشکل وقت آیا سیدنا صدیق اکبرؓ نے امت کا سب سے قیمتی اثاثہ شہید کرا کر امت کو یہ سبق دیا کہ اے امت کے لوگو! حضور علیہ السلام کی ختم نبوت پر اگر مشکل وقت آجائے تو سب سے قیمتی اثاثہ قربان کردینا، مگر ختم نبوت پر کوئی سمجھوتہ اور کسی مصلحت کا شکار نہ ہونا۔

میں نے بالکل ابتدا میں کہا تھا کہ مسند احمد کی روایت میں یہ ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء آئے، آج آپ حضرات انبیاء علیہم السلام کی تاریخ کی حوالہ سے گفتگو کرنا چاہیں تو بڑی مشکل کے ساتھ چھبیس ستائیس انبیاء کرام ہیں جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے، ورنہ قرآن مجید کے اندر باقی انبیاء علیہم السلام کا سرے سے نام ذکر ہی نہیں۔ تورات، انجیل، زبور وغیرہ کو ملائیں پھر بھی زیادہ سے زیادہ پچاس انبیاء علیہم السلام بنتے ہیں۔ پچاس کا دوسرا معنی یہ کہ ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو پچاس انبیاء کرام کے نام تک کا کسی کو پتا نہیں، جب انبیاء کے ناموں کا پتا نہیں تو ان کے صحابہ کا کسی کو کیا پتا ہوگا؟ ان کے اہل بیت کو کون جانے گا اور ان کے اعمال کو کون جانے گا۔

ادھر جب میں دیکھتا ہوں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی طرف کہ ان کے حالات بھی امت کے سامنے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بھی موجود، حضور علیہ السلام کے اہل بیت کے حالات بھی موجود، محمد عربی کی احادیث بھی موجود، صرف احادیث ہی موجود نہیں بلکہ جنہوں نے آپ کی احادیث کو بیان کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے حالات کو بھی محفوظ کردیا، تیئس سالہ دور نبوت میں مورخ نہیں دکھا سکتا کہ لب نبوت نے حرکت کی ہو، آپ ﷺ نے کوئی جملہ ارشاد فرمایا ہو اور امت کے پاس وہ محفوظ نہ ہو، احادیث کا محفوظ ہونا، اعمال کا محفوظ ہونا، صحابہؓ و اہل بیتؓ کے حالات کا محفوظ ہونا، نبی علیہ السلام کے دن، رات کے معمولات، سنن ونوافل کا محفوظ ہونا، مجھ مسکین کے نقطہ نظر سے دیکھو یہ سب صدقہ ہے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا۔

حاضرین محترم! اگر حضور علیہ السلام آخری نبی نہ ہوتے تو آپ کو بخاری شریف نہ ملتی، آپ کو مسلم، ترمذی، طحاوی، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نہ ملتی۔ نہ مصنف ابن ابی شیبہؒ آپ کے پاس ہوتی، نہ آپ حضرات مصنف ابن عبدالرزاق کی بات کرتے، نہ آپ کسی طبرانی، اوسط وغیرہ کی بات کرتے۔ دوبارہ ابتدا کی طرف آتے ہیں بنیاد سے شروع کرتے ہیں، کسی نبی کی کتاب تک محفوظ نہیں، سوائے قرآن مجید کے، کوئی آسمانی کتاب ایسی نہیں کہ جس حالت میں وہ نازل ہوئی اسی حالت میں وہ محفوظ ہو، وہ کتابیں بھی آسمانی، یہ بھی۔ یہ ختم نبوت کا اعزاز نہیں تو اور کیا ہے؟

(جاری ہے)

# ختم نبوت.... عقل کی روشنی میں!

مرسلہ: مولانا محمد شفیق علوی

(۷)

مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی

عقلیت کی خصوصیت اس کے نام سے ظاہر ہے۔ ہمیں صرف دینی زندگی سے بحث ہے۔ اس پر اس کے اثرات دو لفظوں میں ظاہر کر سکتے ہیں۔ یعنی ہدایت وضلال دونوں چیزیں عقل ہی کی راہ سے نفس انسان تک پہنچتی ہیں۔

تاریخ کی یہ سہ گانہ تقسیم تاریخ یونان میں خوب نمایاں ہے۔ اس کے زمانہ ماقبل تاریخ میں جن بتوں کی پرستش ہوتی تھی۔ وہ سب مظاہر فطرت کے نمائندے سمجھے جاتے تھے۔ مثلاً زیس کو کرۂ ہوائی کا حاکم سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح اپالو سورج اور پوسی ڈی سمندر اور جنگلوں کا نفسیاتی نظر دیکھ سکتی ہے کہ ان کی تہ میں حواس ظاہرہ سے محسوس ہونے والے مظاہر فطرت سے تاثر کام کر رہا ہے۔ لیکن چند صدیوں بعد اسی یونان کے معبودوں میں ہم کیوپڈ عشق ومحبت کے دیوتا، ہائجیا صحت وتندرستی کی دیوی اور انہیں کی طرح جذبات وکیفیات کے نفسی دیوتاؤں اور دیویوں کا اضافہ پاتے ہیں۔ پہلا دور حسیت کا تھا تو دوسرا جذباتیت کا۔ سقراط، ارسطو، افلاطون وغیرہ تک پہنچنے سے پہلے ہی عقلیت کا دور شروع ہوگیا۔ یہاں تک کہ شرک کی فلسفیانہ شکلیں سامنے آنے لگیں۔ مثلاً دیوتاؤں کی جگہ عقول مجردہ اور نفوس افلاک نے لے لی اور آلہ حق کو چھوڑ کر ان لوگوں نے ان عقول ونفوس کو کارساز عالم سمجھ لیا۔ یہ بھی شرک تھا۔ مگر ایسا شرک جس پر عقلیت کا نظر فریب ملمع کر دیا گیا تھا اور جسے عقل کی گمراہی نے پیدا کیا تھا۔ غالباً رواقیین کا ظہور بھی حسیت وجذباتیت کے خلاف عقل کی بغاوت کا رہین منت تھا۔ مصر، ہندوستان، چین، یورپ وغیرہ کی تاریخ دیکھئے تو وہاں بھی آپ کو اس کے یہی تین حصے ملیں گے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ دنیا کے ہر ملک یا اس کی ہر قوم میں یہ ادوار ثلاثہ بالکل متوازی طور پر پائے جائیں۔ ہوسکتا ہے کہ مختلف اقوام وممالک میں ان کے زمانے مختلف ہوں۔ اس طرح یہ بھی واضح رہنا چاہئے کہ ان میں سے لاحق دور سابق دور کو کلیتہً فنا نہیں کر سکا۔ جذباتیت نے حسیت کو مغلوب کر کے اپنا سکہ رواں کیا۔ مگر حسیت بھی باقی رہی۔ اسی طرح عقلیت نے ان دونوں سے مصالحت کر لی۔ چنانچہ دور عقلیت میں تینوں قسم کی گمراہیاں جمع ہوگئیں۔ یہاں تک کہ آج بھی آپ تینوں کو موجود پاتے ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر دوسرے دور میں ضلال بسیط نے ضلال مرکب کی صورت اختیار کر لی۔ یہ بات بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ ہم نے ادوار ثلاثہ کی گمراہیوں کا تذکرہ صرف عبادت یا اعتقادات کے بارے میں محض بطور نمونہ کیا ہے۔ ورنہ زندگی کے ہر شعبہ مثلاً اخلاقیات، معاشرت، تہذیب وغیرہ سب ہی اس کے زیر اثر ہوتے ہیں۔

تاریخ کے ادوار ثلاثہ میں سے ہر دور میں انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے اور انہوں نے ان قوائے ثلاثہ کے حدود متعین کئے۔ ان کے زیغ وضلال سے آگاہ کیا۔ ان کے حد سے گذرے ہوئے اقتدار پر ضرب لگائی اور اس ناجائز اقتدار کے ہولناک نتائج سے آگاہ کر کے ان سے اور ان کے اسباب یعنی ان امراض روحانی اور ان کے علاج کی تعلیم دی جو ان قوتوں کے بے محل اور ناروا اقتدار وتسلط سے پیدا ہوئے ہیں یا خود اس ناروا اقتدار کا سبب بن جاتے ہیں۔

خاتم المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ایک مخصوص دور میں ہوئی جو عالم کی پوری تاریخ میں ممتاز اور نمایاں ہے۔ اس دور میں ایک طرف تینوں قسم کی گمراہیاں بسیط صورت میں موجود تھیں اور پورے شباب پر تھیں۔ دوسری طرف ان کی ترکیب سے پیدا ہونے والی گمراہیاں بھی اپنے نقطۂ عروج (Climax) تک پہنچ چکی تھیں۔ عقل میدان میں فاتحانہ داخل ہوئی۔ مگر اس طرح کہ اپنی کابینہ میں جذبات واحساسات کو بہت نمایاں اور اہم حصہ دیا اور ان پر حکومت کرنے کے بجائے ان کی وکالت کرنے لگی۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں قوتوں کے درجات وحدود متعین کئے۔ ان کے حسن وقبح سے آگاہ کیا۔ ان کی گمراہیوں اور ان کے ہولناک نتائج سے مطلع کیا۔ یہی نہیں بلکہ ان کی ترکیب کی غلطیوں پر بھی مطلع فرمایا۔ نفس انسانی میں ان کی ترکیب میں ان کے صحیح تناسب کی تعلیم دی جو مزاج صالح کو وجود میں لائے اور ان غیر مناسب ترکیبوں پر متنبہ کیا جو فاسد مزاج پیدا کرتی ہیں۔ اس کے بعد زیغ وضلال کفر والحاد، بداخلاقی وبے راہ روی کی کوئی نوع اور ہدایت ورشد کی کوئی ایسی قسم نہیں باقی رہتی۔ جس کے واضح کرنے کے لئے کسی دوسرے نبی کی بعثت ضروری ہو۔ کیونکہ ان تین کے علاوہ کوئی چوتھی قوت انسان کو نہیں ملی ہے جو اس کے کاروان حیات کی رہنمائی کی

دعویدار ہو۔ ظاہر بات ہے کہ ان اصول ضلال کے بعد کون سی گمراہی ایسی باقی رہتی ہے جو ان کے ماتحت داخل نہ ہو اور جس سے نجات دلانے کے لئے کسی نبی کے مبعوث ہونے کی حاجت ہو۔ اسی طرح ان کے مقابلہ میں ہدایت ورشد کے اصول بتانے کے بعد ان کی کون سی قسم ایسی رہ جاتی ہے جس کی تعلیم کے لئے کسی نبی کی بعثت ناگزیر ہو؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی ورسول کی بعثت کی حاجت نہیں ہے۔ بلکہ قیامت تک ہر گمراہی سے نجات حاصل کرنے کے لئے تعلیمات محمدیہ علیہ الف الف تحیہ کافی ہیں۔ افراد امت ان اصول وتعلیمات کو پھیلا کر اور ان کا نفاذ کر کے قیامت تک ہر گمراہی وضلال کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور ہر شخص ان اصول کی روشنی میں ہر زمانہ میں حق تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے راستہ پر چل سکتا ہے۔ اس اصول کو پھر یاد کر لیجئے کہ بلا ضرورت سلسلۂ نبوت کے جاری رہنے کا قائل ہونا فطرت انسانی کے بالکل خلاف اور سفیہانہ فعل ہے۔ بطور نتیجہ صریح ہم یہ عقیدہ رکھنے پر مجبور ہیں کہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی بعثت تاقیامت تک نہیں ہو سکتی۔ (جاری ہے)

## باب دوم: ختم نبوت کی ضرورت ومصلحت:

نبوت کی برکت کا اقرار کرنے کے بعد ختم نبوت کی برکتوں سے ناواقفیت، درحقیقت خود نبوت کی برکتوں سے جہالت کے مرادف ہے۔ نبوت رسالت منبع برکات وانوار مگر ختم نبوت اس کا تمام وکمال ہے۔ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو اس کے معنی یہ تھے کہ برکات نبوت کبھی کمال کو نہ پہنچتے اور نوع انسانی کبھی اس کے اعلیٰ مدارج کو نہ پا سکتی۔

اگر عالم دائمی اور ابدی نہیں اور یقیناً نہیں ہے۔ اگر اس خاکدان کا خاک میں بھی ملنا لابدی ہے اور قطعاً لابدی ہے۔ اگر قیامت کا آنا برحق ہے اور بیشک برحق ہے تو نبوت کا ختم ہونا بھی یقینی، قطعی، لابدی اور ناگزیر ہے۔ کوئی احمق ہی یہ بات کہہ سکتا ہے کہ جب حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم دیا جائے گا اس وقت بھی کوئی نبی مبعوث ہوگا۔ اس وقت سے پہلے جس نبی کو فرض کرو گے کیا اسے خاتم النبیین نہ کہو گے؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ ختم نبوت ایک ناگزیر شئے ہے۔ جس کا ہونا اسی طرح لازم اور ضروری ہے جس طرح آج کے بعد کل کا منکرین ختم نبوت کو بھی بالآخر ختم نبوت کا قائل ہونا پڑے گا۔ مگر وہ یہ چاہتے ہیں کہ ختم نبوت یعنی نبوت کے اعلیٰ ترین درجہ کے برکات وانوار سے فائدہ اٹھانے والا کوئی نہ ہو یا ہوں تو بہت قلیل اشخاص، بخلاف اس کے کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس نعمت عظمیٰ اور حق تعالیٰ کی رحمت کاملہ سے فائدہ اٹھانے والے نوع انسانی کے کثیر افراد ہوں۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کیا جائے۔ ارحم الرحمین کی رحمت کا تقاضہ یہی ہے کہ نوع انسانی کے کثیر افراد کو ایک طویل مدت تک نبوت ورسالت کے اعلیٰ ترین برکات سے فیضیاب ہونے کا موقع دیا جائے۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم نہ ہو جاتی تو اس کا موقع دنیا کو کس طرح اور کب ملتا؟ اور نوع انسانی کا یہ انتہائی عروج روحانی عملی صورت میں کیسے جلوہ گر ہوتا؟

نوع انسانی کے ارتقاء روحانی کی آخری منزل نبوت ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو جو شرف عطا فرمایا گیا تھا وہ ان کی ذات کے لئے محدود نہ تھا۔ بلکہ ان کے واسطے سے اور طفیلی کی حیثیت سے پوری نوع انسانی بحیثیت مجموعی اس شرف عظیم سے مشرف ہوئی۔ اس شرف وعظمت کو سمجھنے کے لئے اس مثال پر غور کیجئے کہ کسی قسم میں چند ناموروں کا پیدا ہو جانا پوری قوم کے وقار میں اضافہ کر دیتا ہے اور اسے ناموَر قوم بنا دیتا ہے۔ کیا جرمنی کا ہر شخص لبنز اور آئنسٹائن ہوتا ہے؟ لیکن اس قسم کے چند جرمن نژاد اعلیٰ پایہ کے سائنسدانوں نے جرمنی کے سائنسدانی کے شہرہ آفاق میں پھیلا دیا اور پوری جرمن قوم کو ناموَر وممتاز بنا دیا۔

اسی طرح انبیاء ومرسلین ہی کی ذوات قدسیہ ہیں۔ جنہوں نے اپنے وجود سے پوری نسل انسانی کے سر پر تاج کرامت رکھا۔ وہ انسانیت کا جوہر اور نوع انسانی کا شرف ہیں۔ اس فیض رسانی اور تقسیم شرف وکرامت میں سب انبیاء شریک وسہیم ہیں۔ ہر نبی انسانیت کے سرتاج اور اس کی حیات حقیقی کا منبع ہے۔ لیکن کتاب الٰہی ناطق ہے:

"تلک الرسل فضلنا بعضهم علیٰ بعض." (البقرہ:۲۵۳)

ترجمہ: "ان رسولوں میں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔"

اس لئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ عظمت وفضیلت کے لحاظ سے ان کامل انسانوں اور عظیم شخصیتوں میں باہم فرق مراتب ہے اور اسی طرح کے تناسب سے ان کی فیض رسانی کے مدارج میں بھی فرق کرنا پڑے گا۔

مراتب ومدارج کا یہ فرق اشارہ کر رہا ہے کہ جس طرح نوع انسانی کے شرف کی تکمیل مرتبہ نبوت سے کی گئی۔ اسی طرح کمال نبوت کا اعلیٰ ترین مرتبہ ختم نبوت کو بنایا گیا۔ ہر نبی کامل تھے لیکن کمال نبوت کے سامنے بھی منازل ارتقاء تھے اور اسے ایک فرد اکمل تک پہنچنا تھا اور یہ فرد اکمل واعظم خاتم النبیین کے نام سے موسوم ہے۔

ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ختم نبوت ایک ناگزیر اور لابدی شئے ہے۔ سلسلۂ نبوت ورسالت کو لاانتہاء نہیں فرض کیا جا سکتا۔ کسی نہ کسی کو تو خاتم النبیین تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔ خواہ اس کی شخصیت جو بھی فرض کی

جائے اور اس کے لئے عمر عالم کا جو بھی حصہ تجویز کیا جائے۔ یہ بھی لازم ہے کہ جسے خاتم النبیین کہا جائے اسے کمالات نبوت ورسالت کا اعلیٰ ترین فرد سمجھا جائے اور نوع انسانی کے لئے اس کے فیوض وبرکات کو بہترین اور اعلیٰ ترین فیوض وبرکات تصور کیا جائے۔ اس کے ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس نبی اکمل کے ذریعہ سے نوع انسانی کو بحیثیت نوع جو کمالات روحانیہ حاصل ہوں گے۔ ان کی نظیر امم سابقہ میں مفقود ہوگی۔ پھر کیا یہ ضروری نہیں کہ ان بے نظیر کمالات سے نوع انسانی کے انتفاع واستفادے کی مدت طویل ہوتا کہ کثیر سے کثیر افراد ان کمالات سے مستفید ہوکر روحانیت وانسانیت کے اعلیٰ مدارج حاصل کرسکیں اور اپنی صلاحیتوں کے مطابق اس حد تک قرب الٰہی کے منازل ارتقاء طے کرسکیں۔ جس حد تک کوئی امتی پہنچ سکتا ہے۔

اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ سلسلۂ نبوت قیامت تک جاری رہے گا تو خاتم النبیین کو عمر عالم کے آخری حصہ میں فرض کرنا پڑے گا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ بنی نوع انسان کی ایک بہت ہی قلیل تعداد اس نعمت عظمیٰ سے بہرہ یاب ہوسکے گی۔ ظاہر ہے کہ یہ شئے نوع انسانی کی مصلحت کے بالکل خلاف اور ارحم الرحمین کی رحمت سے بعید ہے۔

بے شک عقل یہ بات بتانے سے بالکل قاصر ہے کہ فلاں وقت پر نبی کو مبعوث ہونا چاہئے۔ لیکن نبی کی بعثت کے بعد عقل اس حقیقت کا ادراک کرسکتی ہے کہ فلاں نبی کی بعثت مناسب ترین وقت پر ہوئی تھی اور اس وقت کے انتخاب میں فلاں مصلحت تھی۔ اس قاعدے کے تحت ہم کہہ سکتے ہیں کہ عقلی طور پر خاتم النبیین محمد ﷺ کی بعثت ایسے وقت پر ہوئی جو ختم نبوت کے لئے موزوں ترین وقت تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب انسانیت عقلی اعتبار سے حالت بلوغ کو پہنچ چکی تھی۔ بنو اسرائیل کی دینی امامت ختم ہوچکی تھی۔ مگر انبیاء بنی اسرائیل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات نے انسان کی عقل معاد (یعنی دینی امور اور آخرت کے متعلق مسائل کی فہم اور سمجھ) میں ایسی صلاحیت پیدا کردی تھی کہ وہ دین کامل کو سمجھ سکے اور اس پر عمل پیرا ہوسکے اور عقل معاش (یعنی دنیاوی امور کی سمجھ بوجھ) بھی اس درجہ پر پہنچ چکی تھی۔ جس کے بعد اس کی رفتار ارتقاء میں برابر تیزی پیدا ہوتی گئی اور وہ جمود وتوقف سے حرکت وتکمیل کی طرف مائل ہورہی تھی۔ اس وقت شدید ضرورت اس بات کی تھی کہ انسان کو دین کامل کی تعلیم دی جائے تاکہ عقل معاد، عقل معاش کی رہنمائی کرتی رہے اور اسے حدود متجاوز ہونے سے محفوظ رکھے۔ اگر اس وقت نبوت ختم نہ ہوجاتی تو عقل معاد کمال کو نہ پہنچتی اور تیز رفتار عقل معاش کا ساتھ نہ دے سکتی۔ جب عقل معاش کی ترقی کا کوئی نیا دروازہ کھلتا تو عقل معاد ٹھٹک کر کھڑی ہوجاتی اور اس کا ساتھ دینے کے لئے کسی نبی کا انتظار کرتی۔

نئے مسائل کے معادی پہلو بالکل تاریک رہتے۔ اس تاریکی میں عقل معاش، اس قدر دور نکل جاتی کہ عقل معاد اس کی رہنمائی کے بجائے اس کی اتباع پر مجبور ہوجاتی۔ یہ حالت انسانیت کے لئے کس قدر ہلاکت خیز ہوتی؟ اس کے بیان کی ضرورت نہیں۔ اس کے علاوہ اس وقت ختم نبوت کی وجہ سے کمالات ختم نبوت اور اس کے فیضان کے ظہور کے لئے انسان کے عقلی شباب وپیری کا پورا زمانہ ملتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ انسانی زندگی میں یہی دو زمانے بہت طویل ہوتے ہوتے اور خاتم الرسل کے فیضان کے لئے ایسے طویل ہی زمانہ کی حاجت ہے۔ ابھی تو شباب بھی ختم نہیں ہوا۔ اس وقت ختم نبوت کے بارے میں شک کرنا بالکل ہی بے معنی ہے۔

(جاری ہے)

## صحابہ کرامؓ ہمارے لئے معیارِ حق اور راہِ ہدایت کے ستارے ہیں

### سیرت خاتم المرسلین ﷺ کانفرنس نورنگ میں علماء کرام کے بیانات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لکی مروت کے زیر اہتمام سالانہ سیرت خاتم المرسلین کانفرنس ۱۲؍جنوری بروز اتوار کو جامع مسجد مولانا جمعہ خانؒ نورنگ میں منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت شیخ الحدیث مولانا سیف اللہ جان صاحب نے کی، اسٹیج سیکریٹری مولانا محمد ابراہیم ادہمی نے تلاوت کے لئے مولانا محمد عمر صاحب کو دعوت دی۔ تلاوت کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ڈیرہ اسماعیل خان کے مبلغ مولانا محمد اسلم نفیس صاحب نے انتہائی سلیس زبان میں سیرت اور ختم نبوت کے موضوع پر مفصل خطاب کیا، انہوں نے کہا کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر کاربند ہوکر عقیدۂ ختم نبوت کا دفاع کریں گے۔ اس کے بعد صوبائی امیر حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی صاحب کی خصوصی کوششوں سے آئے ہوئے عارف باللہ، استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد فریدؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا پیر سید محمد سجاد سبحان صاحب نے سیرت نبوی اور اطاعت رسول اللہ پر صوفیانہ انداز میں روشنی ڈال کر فرمایا کہ اطاعت رسول سے ہی ہماری زندگی بدل سکتی ہے۔ تمام مصائب کا بس ایک ہی حل ہے کہ سیرت رسول کو اپنایا جائے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنا ہی دنیا وآخرت کی کامیابی ہے۔ جمعیت علماء اسلام صوبہ خیبر پختونخواہ کے جوائنٹ سیکریٹری مولانا مفتی عبدالشکور نے سیرت رسول اور عشق صحابہ کرامؓ پر مفصل ومدلل خطاب کرکے عاشقان ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کو پُرنم کیا۔ انہوں نے کہا کہ سیرت رسول کے دیوانوں کو دیکھنا ہو تو اصحاب رسول کو دیکھو، صحابہؓ نے سیرت کو اپنا کر اپنی جان ومال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کی۔ صحابہ کرامؓ ہمارے لئے معیار حق اور رشد وہدایت کے ستارے ہیں، جس صحابیٔ رسول کی اقتداء کی جائے منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے۔ مولانا عبدالرحیم، مفتی ضیاء اللہ نے بھی کانفرنس سے خطاب کیا۔ مولانا محمد طیب اور صاحبزادہ امین اللہ نے انتظامی معاملات سنبھالے۔ اختتامی دعا حضرت مولانا مفتی عبدالغفار نے کرائی۔

# شاہین ختم نبوت کا پانچ روزہ دورہ کراچی

رپورٹ: مولانا قاضی احسان احمد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما، فاتح قادیانیت، مناظر اسلام، شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے گزشتہ دنوں کراچی کا بہت مختصر اور طوفانی دورہ کیا، جس کے دوران مختلف مقامات پر سیرت خاتم الانبیاء کانفرنسز سے خطابات بھی فرمائے، اس کی رپورٹ پیش خدمت ہے۔

**۱۶ر جنوری بروز جمعرات:**

بعد نماز مغرب دفتر ختم نبوت (پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ) میں دینی وعصری تعلیمی اداروں کے طلبا اور عوام الناس سے تفصیلی بیان فرمایا۔ حافظ محمد اور حافظ عمران نے تلاوت کلام پاک کی سعادت حاصل کی (اس پروگرام کی مفصل رپورٹ علیحدہ سے شامل اشاعت ہے)۔

**۱۷ر جنوری بروز جمعہ:**

جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب جامع مسجد یحییٰ حبیب بینک چورنگی میں فرمایا، جہاں مولانا محمد عمر صاحب زیدہ مجدہ نے پہلے سے حضرت کی تشریف آوری سے عوام الناس کو خوب آگاہ کر رکھا تھا۔ چنانچہ بیان سے قبل ہی سامعین کی کثیر تعداد موجود تھی، حضرت مدظلہ نے فرمایا کہ زمزم کا مبارک پانی ایسا ہے جس کو ہر عام وخاص تک رسائی حاصل ہے، ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کے کنویں سے پانی نکالا اور ڈول کو منہ لگا کر پی لیا اب باقی ماندہ صحابہ کرامؓ ملنے کے منتظر تھے، مگر حضور پرنور علیہ السلام نے وہ واپس کنویں میں ڈال دیا، اب تک آپ کی برکت امت کو مل رہی ہے، ایسے نبی رحمت کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی اور کی ضرورت نہیں، آپ کی نبوت ورسالت قیامت تک کے لئے ہے۔

بعد نماز عشا جامع مسجد مدنیہ بلاک ۱۷ا گلبرگ ٹاؤن میں اپنے بیان میں فرمایا کہ ہماری قادیانیوں سے ذاتی لڑائی نہیں ہے، قادیانی آج مرزا غلام احمد قادیانی ملعون پر لعنت بھیج کر دامن محمدی سے وابستہ ہو جائیں تو ہم انہیں گلے لگانے کو تیار ہیں، ہم قتل و غارت گری کی اجازت نہیں دیتے، کسی کو قانون ہاتھ میں لینے کا حق نہیں ہے، ہم اپنا کام قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے اور پُرامن انداز میں کر رہے ہیں اور اسی طرح کرتے رہیں گے۔ اللہ رب العزت تمام قادیانیوں کو اسلام کی دولت سے نوازے، اگر ان کی قسمت میں ہدایت نہیں تو ان کے شر سے مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

**۱۸ر جنوری بروز ہفتہ:**

صبح نو بجے جامعہ معہد الخلیل الاسلامی بہادرآباد کے شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف مدنی، مفتی سلمان یٰسین مدظلہم اور دیگر رفقاء گرامی کی دعوت پر حضرت مدظلہ ان کے ادارہ میں تشریف لے گئے اور طلبا سے خطاب فرمایا۔ آپ نے کہا: ہمارے ایک بزرگ عالم دین اور ولی اللہ مولانا محمد انوریؒ فوت ہوگئے تو مولانا محمد تاج محمودؒ بہت روئے۔ ایک ساتھی نے عرض کی: دنیا سے تو ہر ایک نے جانا ہے پھر آپ اتنے غمگین کیوں ہیں؟ فرمایا: یہ ہمارے ان بزرگوں میں سے تھے جو کارکنان ختم نبوت کے لئے غائبانہ دعاگو رہتے تھے۔ اسی طرح اس ادارے کے بانی حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنی کا شمار بھی ہمارے انہی بزرگوں میں ہوتا تھا جو تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر سرگرم مجاہدین کے لئے دعائیں کرتے رہتے تھے۔ ان کے چلے جانے سے ہم ان کی دعاؤں سے محروم ہوگئے ہیں۔

دوپہر میں مولانا اللہ وسایا مدظلہ سابق چیف جسٹس آف پاکستان جناب سعید الزماں صدیقی صاحب سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ سید انوار الحسن، مولانا محمد قاسم، مولانا محمد رضوان، راقم الحروف، جناب طارق سمیع، مفتی سلمان یٰسین اور مولانا اشفاق بھی تھے۔ جناب صدیقی صاحب بڑے تپاک سے ملے اور اپنے ادارے کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میری خواہش ہے کہ علماء کرام اور طلبا دین بھی قانون سازی کے میدان میں آگے آئیں اور امت کی راہنمائی کریں۔ حضرت مدظلہ نے ان کے جذبے اور کوششوں کو سراہتے ہوئے کہا کہ آپ مخلوق خدا کی بڑی خدمت کر رہے ہیں اور اس ملک میں انصاف کی فراہمی میں آپ کا کردار کلیدی رہا ہے۔ بعد ازاں حضرت مدظلہ نے صدیقی صاحب کو ”قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ“ پر مشتمل کتابوں کا سیٹ پیش کیا اور اس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے بتلایا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے کئی مرحلوں سے گزر کر اسے حاصل کر کے پہلی بار شائع کر دیا ہے۔ صدیقی

صاحب نے اس پر بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مجلس کی خدمات کو سراہا۔

۱۸ر جنوری بروز ہفتہ بعد نماز مغرب سیرت خاتم الانبیاء کانفرنس جامع مسجد حذیفہ سعید آباد نمبر ۹ میں مولانا سعید الرحمن صاحب کی زیر نگرانی منعقد ہوئی، جس میں اہل علاقہ اور علماء کرام کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ تلاوت کلام پاک، حمد ونعت کے بعد راقم الحروف کا تقریباً پون گھنٹہ بیان ہوا اس کے بعد شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے تفصیلی خطاب فرمایا اور تمام شرکاء کانفرنس سے تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والی عظیم الشان بین الاقوامی جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شانہ بشانہ چلنے کا وعدہ لیا۔ اللہ کریم ہم سب کو توفیق نصیب فرمائے نقابت کے فرائض مولانا عبدالحیٔ مطمئن نے ادا کئے۔

**۱۹ر جنوری بروز اتوار:**

صبح دس بجے کیمونٹی سینٹر نیول کالونی میں تحفظ ختم نبوت سیمینار منعقد کیا گیا، جس میں تلاوت کلام پاک اور حمد ونعت کے بعد مولانا عبدالحیٔ مطمئن نے سیمینار کی غرض وغایت سے شرکاء کو آگاہ کیا بعد ازاں راقم الحروف نے تقریباً آدھ گھنٹہ ”تحفظ ختم نبوت اور ہماری ذمہ داری“ کے عنوان پر گفتگو کی بعد ازاں حضرت شاہین ختم نبوت نے تقریباً سوا گھنٹہ دفاع ناموس رسالت، تاج ختم نبوت کی حفاظت اور سیرت خاتم الانبیاء کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی اور حاضرین نے ہمہ تن گوش ہو کر مکمل توجہ سے بیان سماعت فرمایا۔ رب کریم اس پروگرام کے جملہ منتظمین اور شرکاء کو جزائے خیر دے، جن کی کوششوں سے پروگرام ترتیب پایا۔

بعد نماز ظہر جامع مسجد بلال اسکاؤٹ کالونی نزد ختم نبوت چوک میں عظیم الشان کانفرنس مولانا عبدالسمیع رحیمی کی زیر نگرانی منعقد ہوئی۔ قاری فہیم نے تلاوت کلام پاک کی، حمد ونعت حافظ عبدالقادر نے پیش کی، جبکہ محمد بلال نے ترانہ ختم نبوت: ”ختم نبوت زندہ باد“ پڑھا۔ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض مولانا عبدالرؤف ادا کررہے تھے۔ جامعہ صدیقیہ (ناتھا خان) کے مہتمم مولانا شفیق الرحمن نے اپنے بیان میں کہا کہ ہر مسلمان حرمت رسول پر جان نچھاور کرنا اپنی سعادت سمجھتا ہے۔ حاجی مانک شہیدؒ نے ایک گستاخ رسول کو جہنم واصل کیا مولانا محمد علی جالندھریؒ، علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے معاونت کی۔ سیّد غوث علی شاہ (سابق وزیر اعلیٰ سندھ) نے مقدمہ لڑا۔ حاجی صاحب سے کہا گیا کہ آپ عدالت میں اعتراف جرم نہ کریں، پھانسی سے بچ جائیں گے۔ حاجی مانک شہید روتے ہوئے کہنے لگے: ”میں نے ساری زندگی خواب میں زیارت نبی کے لئے بڑے بڑے وظیفے کئے مگر کامیابی نصیب نہ ہوئی، جس دن سے گستاخ رسول کو قتل کیا ہے روز خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت ہوتی ہے، میں کیسے انکار کردوں؟“

راقم نے اپنے بیان میں چند معروضات پیش کیں کہ قادیانی پاگل کتے کی طرح جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیمات کا پرچار کرتے ہیں تو ہم مسلمان اپنے سچے نبی کی ختم نبوت کا پیغام کیوں عام نہیں کرتے؟ شیزان اور دیگر قادیانی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کریں اور تحفظ ختم نبوت کے کام میں مجلس کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے اپنے خصوصی خطاب میں فرمایا کہ: جب یہ آیت کریمہ ”ولسوف یعطیک ربک فترضی“ (والضحیٰ) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا آخری امتی جہنم سے نکل کر جنت میں نہ چلا جائے۔ اتنے شفیق اور مہربان رسول کے ہوتے ہوئے ہمیں اور کسی نبی کی ضرورت نہیں، جس طرح اللہ رب العزت کی وحدانیت میں کسی کو شریک کرنا کفر ہے، اسی طرح محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت میں بھی دوسرے کو شریک کرنا کفر ہے۔ مفتی حبیب الرحمن لدھیانوی مدظلہ کی دعا پر کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔

بعد نماز عصر حضرت مولانا مدظلہ جامع مسجد خاتم النبیین (پوسٹ آفس سوسائٹی) تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ راقم، سیّد انوار الحسن، مفتی حبیب الرحمن لدھیانوی، مولانا عبدالرؤف اور دیگر تھے۔ حضرت لدھیانوی شہیدؒ، مفتی شامزئی شہیدؒ، مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ، حضرت جلال پوری شہیدؒ اور ان کے رفقائے کرام کی قبور پر حاضری دی اور ایصال ثواب کیا۔

بعد نماز عشاء دارالعلوم مدنیہ (جامع مسجد الاخوان) بلاک ۱۵، دستگیر سوسائٹی میں ایک پروگرام ترتیب دیا گیا جس میں حضرت مولانا مدظلہ تشریف لے گئے۔ تلاوت کلام پاک کے بعد مسجد کے خطیب مولانا عبدالکریم فاروقی مدظلہ نے اپنے مختصر خطاب میں فتنہ قادیانیت کی زہرناکیاں بیان کیں۔ راقم الحروف نے اپنے مختصر بیان میں عرض کیا کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مبلغین ختم نبوت قریہ قریہ گلی گلی اور شہر شہر جاتے ہیں اور اپنے بھائیوں کو عقیدۂ ختم نبوت کی ضرورت واہمیت سے آگاہ کرتے ہیں۔

مولانا اللہ وسایا نے اپنے خطاب میں فرمایا: انجیل میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی پیشگوئی موجود ہے اور اسی کا مفہوم سورۂ صف (اٹھائیسویں پارے) میں بیان کیا گیا ہے:

”واذ قال عیسیٰ ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللّٰہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشراً برسول

یاتی من بعدی اسمہ احمد۔“

”یعنی عیسیٰ علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ میں تمہیں بشارت دیتا ہوں ایک رسول کی، جو میرے بعد آئیں گے اور ان کا اسم گرامی احمد ہوگا۔“

اسی طرح محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی بابت پیشینگوئی تورات میں موجود ہے اور ان کو ”قدوسی جماعت“ (مقدس لوگ) کہا گیا ہے۔ حضور علیہ السلام آخری نبی اور آپ کی امت آخری امت ہے، اسی وجہ سے ان کا ذکر سابقہ انبیائے کرام فرماتے رہے ہیں اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا اور امت محمدیہ کے بعد کوئی امت نہیں۔

**۲۰ر جنوری بروز پیر:**

صبح ساڑھے نو بجے حضرت حافظ عبدالقیوم نعمانی مدظلہ کے ہاں حاضری ہوئی، ناشتہ سے فارغ ہوئے۔ اس کے بعد مدرسہ انوار العلوم میران ٹاؤن میں طلباء سے خطاب میں علم کی افادیت پر بیان کرتے ہوئے طلبا کو تعلیم پر توجہ دینے کی تلقین کی اور میران ٹاؤن میں ایک جدید مسجد بنام خاتم النبیین میں دعا کے لئے جانا ہوا، نماز ظہر اور دعا کی تقریب ہوئی مولانا محمد بلال نقشبندی اس مرکز کے روح رواں ہیں۔

بعد مغرب جامع مسجد باب رحمت (مدرسہ امام ابو یوسف شادمان ٹاؤن)، حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ کا ادارہ ہے، یہاں حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے طلبا اور عوام سے مختصر خطاب کیا۔ آپ نے کہا کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد اور تمام عبادات کا تعلق اعمال سے ہے جبکہ تحفظ ختم نبوت کا تعلق حضور علیہ السلام کی ذات سے ہے۔ اس محاذ پر کام کرنے والے احباب آپ کے براہ راست محافظ ہیں۔

بعد نماز عشا جامع مسجد عثمان غنی بلاک ۲۲، شفیق کالونی میں کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں تلاوت کلام پاک قاری فاروق محمود نے کی، نعت طالب علم وقار احمد نے پڑھی جبکہ نظم ”ختم نبوت زندہ باد“ سجاد احمد نے پیش کی۔ راقم نے مختصر بیان کیا، اس کے بعد حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے مفصل بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ: خاتم النبیین ہونا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی وصف ہے، سلسلۂ نبوت کا اختتام آپ کی ذات پر ہو چکا ہے، آپ کے بعد نبوت کے مدعی اور اس کے ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اسلام اور پیغمبر اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت سے انکار کا مطلب یہ ہے کہ قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، انبیاء کرام، فرشتوں، کتابوں، صحابہ کرام، احادیث نبویہ غرض یہ کہ پورے دین کا انکار ہے گویا ختم نبوت کا انکار صرف ایک عقیدے یا مسئلے کا انکار نہیں بلکہ یہ پورے دین اسلام کا انکار ہے۔ الامان والحفیظ۔

☆☆..................☆☆

## چناب نگر میں جلسہ سیرت النبی ﷺ

۱۱ر ربیع الاول ۱۴۳۵ھ بروز پیر بعد نماز عشاء، جامع مسجد غلام محی الدین (چھنی قریشیاں) چناب نگر میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں مولانا محمد وسیم (مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چناب نگر) اور مولانا غلام رسول دین پوری (صدر مدرس مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر) نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور عقیدۂ ختم نبوت پر بیان کئے۔ حاضرین مجلس نے ہمہ تن گوش ہو کر بیانات سنے۔

۱۲ر ربیع الاول بروز منگل صبح ۹ بجے جامع مسجد بخاری چناب نگر سے مولانا غلام مصطفیٰ صاحب کی زیر قیادت مسلمانوں نے جلوس نکالا، چناب نگر کی مختلف جگہوں (مثلاً ایوان محمود، اقصیٰ چوک وغیرہ) پر مختلف علماء کرام نے بیان کئے۔ مولانا غلام مصطفیٰ صاحب نے کمیٹی کے سامنے مفصل و مدلل بیان کیا، جس میں قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی شرانگیزیوں کو وضاحت کے ساتھ بتایا اور پھر قادیانیوں کو دعوت اسلام پیش کی۔

۱۲ر ربیع الاول کو بعد نماز عشا جامع مسجد ختم نبوت (واقع مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر) میں ایک عظیم الشان جلسہ سیرت النبی منعقد ہوا جس میں مولانا محمد وسیم، مولانا غلام مصطفیٰ صاحب اور مولانا قاری علیم الدین شاکر (لاہور) نے بیان کیا، جس میں سیرت کے مختلف پہلوؤں اور عقیدۂ ختم نبوت کو بہت اچھے انداز میں بیان کیا گیا۔

۱۵ر ربیع الاول بروز جمعۃ المبارک جامع مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن چناب نگر میں ۳۹ واں عظیم الشان جلسہ سیرت النبی منعقد ہوا، جس میں مولانا محمد وسیم، مولانا غلام رسول دین پوری، مولانا عزیز الرحمن ثانی، مولانا عبدالشکور حقانی، مولانا غلام مصطفیٰ صاحب کے بیانات ہوئے۔ بیان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، عقیدۂ ختم نبوت، جامع مسجد محمدیہ کی بنیاد اور بانی کا تذکرہ اور ۱۹۷۴ء کی تاریخ ساز تحریک پر جامع انداز میں گفتگو ہوئی۔ خطبہ اور نماز جمعہ کے فرائض مولانا غلام رسول دین پوری نے سرانجام دیئے۔

### قادیانیوں کو جج بنانا خلاف آئین ہے: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

لاہور (پ ر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لاہور کے عہدیداران مولانا مفتی محمد حسن، قاری جمیل الرحمن اختر، قاری علیم الدین شاکر، مولانا عزیز الرحمن ثانی، مولانا سید ضیاء الحسن شاہ، پیر رضوان نفیس، مولانا عبدالنعیم، مولانا قاری عبدالعزیز نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ لاہور ہائیکورٹ میں قادیانیوں کو جج تعینات کرنے کی کوشش کی جارہی ہیں۔ کسی بھی قادیانی کو جج بنانا آئین پاکستان سے متصادم اور عدلیہ کے ساتھ مذاق ہے۔ اسلامیان پاکستان اس کو کبھی بھی برداشت نہیں کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ کسی بھی قادیانی کو جج بنانے کی کوشش کی گئی تو اس کے خلاف بھرپور احتجاج کیا جائے گا۔ تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ایسے افراد پر جو قادیانیوں کو جج تعینات کرانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔

# مرزا قادیانی اور اسلامی عبادات

آٹھویں قسط

شیخ راحیل احمد، جرمنی

## حدیث رسول:

"کیا آنحضرت ﷺ کی ان لوگوں کو وصیت تھی کہ میرے بعد بخاری کو ماننا؟ بلکہ آنحضرت ﷺ کی وصیت تو یہ تھی کہ کتاب اللہ کافی ہے۔ ہم قرآن کے بارے میں پوچھے جائیں گے نہ کہ زید اور بکر کے جمع کردہ سرمایہ کے بارے میں۔ یہ سوال ہم سے نہ ہوگا کہ تم صحاح ستہ وغیرہ پر ایمان کیوں نہ لائے۔ پوچھا تو یہ جائے گا کہ قرآن پر ایمان کیوں نہ لائے۔" (ملفوظات ج ۲ ص ۱۱۰)

یہ بات کرکے سب سے پہلے نمبر پر تو مرزا قادیانی اپنے ہی اس قول کے مصداق بنتے ہیں: "کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو، جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو۔" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۷، خزائن ج ۱۷ ص ۷۴)

دوسرے نمبر پر رسول کریم ﷺ کو کیسے پتہ ہوسکتا تھا کہ ان کے بعد امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور دوسرے امامؒ ان حدیث کو اکٹھے کریں گے۔ اس سوال کا جواب کہ احادیث رسول پر ایمان لانا ضروری ہے یا نہیں؟ خود قرآن کریم دے رہا ہے۔

"کہئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے پیچھے چلو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔" (ال عمران) اس آیت میں رسول کریم ﷺ کے پیچھے چلنے کا کیا مطلب ہے، کیا کوئی انسان بقائمی ہوش وحواس کہہ سکتا ہے کہ پیچھے چلنے کا مطلب صرف قرآنی آیات ہیں؟ اور کیا ان کے اقوال اور عمل بھی شامل ہیں یا نہیں؟

پھر اس قرآنی آیت کا کیا جواب دیں گے:

"اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس واسطے کہ اس کے حکم پر چلا جائے اللہ کے فرمان سے۔" (نساء)

"لیکن قرآن شریف ایسے احتمالات سے پاک ہے۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی قرآن شریف تک ہی ہے۔ پھر آپ فوت ہوگئے۔ اگر یہ احادیث صحیح ہوتیں اور مدار ان پر ہوتا تو آنحضرت ﷺ فرما جاتے کہ میں نے حدیث جمع نہیں کیں۔ فلاں فلاں آوے گا تو جمع کرے گا تم ان کو ماننا۔" (ملفوظات ج ۳ ص ۱۵۱)

صرف اس ایک فقرہ کا تجزیہ کرنے بیٹھیں تو بات بہت دور نکل جائے گی۔ بات اس وقت یہیں محدود رکھی جاتی یہ کہ مرزا قادیانی کے دل میں احادیث مبارکہ کی جو قدر ہے ان کی احادیث کو ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے بھی اعترافات موجود ہیں۔ یہ سب تحریریں ہمیں واضح پیغام دے رہی ہیں کہ دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا۔

## اعتکاف:

"ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود نے حج نہیں کیا، اعتکاف نہیں کیا، زکوٰۃ نہیں دی، تسبیح نہیں رکھی، میرے سامنے ضب یعنی گوہ کا گوشت کھانے سے انکار کیا، خاکسار عرض کرتا ہے کہ......اعتکاف ماموریت کے زمانہ سے قبل غالباً بیٹھے ہوں گے مگر ماموریت کے بعد بوجہ قلمی جہاد اور دیگر مصروفیت کے نہیں بیٹھ سکے۔ کیونکہ یہ نیکیاں اعتکاف سے مقدم ہیں۔" (سیرت المہدی، ج ۳ ص ۱۲۳، روایت نمبر ۶۷۶، مصنفہ مرزا بشیر احمد ایم اے)

مرزا قادیانی کی خودساختہ ماموریت کے بعد کا اعتراف تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں مگر ان کے بیٹے نے "اعتکاف ماموریت سے قبل غالباً بیٹھے ہوں گے" لکھ کر باپ کو بچانے کی کوشش کی ہے۔ مرزا قادیانی کی سوانح یا تحریروں میں کہیں نہیں کہ وہ کبھی بھی اعتکاف بیٹھے ہیں۔ مجاہدے، ریاضتیں وہ لوگ کرتے ہیں جنہوں نے اپنے اللہ کو راضی کرنا ہوتا ہے، وہ لوگ کبھی بھی ایسی تکلیفوں، پابندیوں میں نہیں پڑتے، جن کا کوئی نامعلوم خدا ان کے کاغذوں پر دستخط کرے اور ساتھ ہی اتنا جاہل ہو کہ قلم چھڑک کر کپڑے بھی خراب کردے۔ ویسے بھی یہی بیٹے اس کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ: "مرزا قادیانی دین میں ہمیشہ سہل راستہ پسند کرتے تھے" تو سہل راستوں والے بھی کبھی ایسی ریاضتیں کرتے ہیں؟ نیز اگر مرزا قادیانی کے اپنے بیانات، اعترافات کو دیکھیں تو زیادہ وقت ان کا نوالکی جہاد میں ہی گزرتا تھا، اب اعتکاف کے لئے کیا وقت نکالتے۔

## جنازہ:

"قاضی سید امیر حسین صاحب کا چھوٹا بچہ فوت ہونے پر جنازے کے ساتھ حضرت مسیح موعود بھی تشریف لے گئے اور خود ہی جنازہ پڑھایا۔ عموماً جنازے کی نمازیں حضرت مسیح موعود اگر موجود ہوتے تو خود ہی امام کرتے، اس وقت نماز جنازہ میں شامل ہونے والے دس پندرہ آدمی ہی تھے۔ بعد سلام کسی نے عرض کی کہ حضور میرے لئے بھی دعا کریں۔ فرمایا، میں نے تو سب کا ہی جنازہ پڑھ دیا ہے۔" (ذکر حبیب ص ۱۶۱، از مفتی محمد صادق قادیانی)

میرے خیال میں ان مریدوں نے چندہ یا بھتہ نہیں دیا ہوگا اس لئے غصہ میں سب کا جنازہ پڑھ دیا لیکن ہمیں روایات سے یہ بھی ملتا ہے کہ حکیم نورالدین نے مرزا قادیانی کو پیچھے کرکے اپنے بچے کا جنازہ خود پڑھایا۔

**مسجدوں سے کراہت:**

اعتراف مرزا قادیانی کہ وہ مسجدوں سے کراہت کرتے ہیں، لکھتے ہیں کہ: ''یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ میں ہمیشہ اپنے سفر کے دنوں میں مسجدوں میں حاضر ہونے سے کراہت ہی کرتا ہوں۔'' (فتح اسلام ص ۱۴، خزائن ج ۳ ص ۲۵، حاشیہ)

ایک عام مسلمان بھی زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں سفر کے دوران مسجدوں میں نہیں جاتا، وجوہات کچھ بھی ہوں لیکن کوئی مسلمان مسجد جوکہ خدا کا گھر ہے اس کے لئے کبھی بھی کراہت کا لفظ استعمال نہیں کرے گا۔ مسجد سے کراہت کا اظہار صرف ایک ایسا شخص ہی کرسکتا ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسلام اور مسلمانوں کے لئے بغض اور دشمنی بھری ہو۔

**دیانت:**

مرزا قادیانی کی بھی تقریباً یہی عمر تھی، مگر شادی شدہ تھے اور دو بچوں کے باپ تھے، اس کا مطلب ہے کہ برے بھلے کی تمیز تھی۔ مرزا قادیانی کے والد نے ان کو انگریزوں کے سرکاری خزانے سے اپنی سالانہ پنشن لینے کے لئے بھیجا جوکہ سات سو روپے تھی اور یہ پنشن ان کے خاندان کا کئی ماہ کا خرچ تھا اور خاندان میں مرزا قادیانی کے والدین، ان کے بھائی اور ان کے بیوی بچے، مرزا قادیانی کے اپنے بیوی بچے، اس کے علاوہ غالباً کچھ اور لوگ بھی متعلقین میں شامل تھے۔ مرزا قادیانی نے پنشن وصول کی اور چند دن میں ادھر ادھر اڑا دی اور اس کے بعد شرمندگی کی وجہ سے گھر میں نہیں آئے اور سیالکوٹ جاکر ملازمت کرلی۔

ان کے بیٹے نے جو روایت لکھی ہے وہ اس طرح ہے۔ ''بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تمہارے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلا گیا۔ جب آپ نے پنشن وصول کرلی تو وہ آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا اور ادھر ادھر پھراتا رہا، پھر جب سارا روپیہ اس نے اڑا کر ختم کردیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا۔ حضرت مسیح موعود اس شرم سے گھر واپس نہیں آئے اور چونکہ تمہارے دادا کا منشا رہتا تھا کہ آپ کہیں ملازم ہو جائیں اس لئے آپ سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہوگئے۔'' (سیرت المہدی، ج ۱ ص ۳۸، روایت نمبر ۴۹، مصنفہ مرزا بشیر احمد ایم اے)

مرزا قادیانی کی عمر اس وقت اندازاً ۲۵ برس کی تھی۔ دو بچوں کے باپ تھے۔ اس زمانے کے مطابق پڑھے لکھے تھے۔ بقول مرزا قادیانی کے ان کو پھسلانے والا ان کا سگا چچازاد بھائی تھا جن کے ساتھ گھر کی دیواریں بھی ملی ہوئی تھیں اور جس کی خصلتوں کو مرزا جی یقیناً بہت اچھی طرح جانتے تھے۔ اس لئے پھسلانے والی بات دل کو نہیں لگتی بلکہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اپنی حرکت پر پردہ ڈالنے کے لئے یا جواز دینے کے لئے اس کا نام لیا جارہا ہے۔

دوسری بات ہے کہ مرزا قادیانی کے خاندانی حالات سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ چچازاد بھائی ''ادھر ادھر کی جگہوں کا ماہر تھا۔ اس لئے غالباً ان کو رہنمائی کے لئے ساتھ لیا گیا ہوگا۔ یہ علیحدہ بات کہ اتنی جلدی پیسہ اڑ جائے گا اس کا مرزا قادیانی کو اندازہ نہ ہو۔

مرزا نے باپ کی امانت میں خیانت کی اور ادھر ادھر ناجائز امور میں ۷۰۰ روپے کی رقم چند دن میں اڑا دی۔ اس زمانہ میں سونا ۵ یا ۶ روپے تولہ (اندازاً ۱۰ گرام) ہوتا تھا۔ آج کے دور میں یہ رقم کم وبیش تیس سے چالیس لاکھ روپے کے درمیان بنتی ہے۔ ہم یہ یقین کرنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ رقم ناجائز امور میں خرچ ہوئی، کیونکہ بقول مرزا قادیانی کے بیس برس کی عمر سے ہی ان کا اپنے گھر (بیوی) سے تعلق ختم ہوگیا تھا اور ایسے موقعوں پر جوانی یقیناً دیوانی ہوسکتی ہے اور چند دن میں اتنی رقم خرچ کرنے کے بعد شرم سے واپس گھر کیسے آسکتے تھے؟ اور ویسے بھی گھر سے جوتے مار کر نکال دیتے۔

لیکن مرزا قادیانی کو اپنی بیوی اور معصوم بچوں کا بھی خیال نہیں آیا۔ حالانکہ کہتے ہیں کہ ڈائن بھی سات گھر چھوڑ دیتی ہے۔ یہ تو اپنے بچوں کے بھی سگے نہیں نکلے۔ (بلکہ سگ نکلے)

مرزا قادیانی کا کہنا ہے کہ ماں کی کوکھ سے ہی نبی پیدا ہوا۔ اگر واقعی یہ سچ ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے جن کو بھی نبی بنایا ان کو شروع سے ہی ہر ایک بات سے محفوظ رکھا اور پاک رکھا لیکن مرزا قادیانی کی زندگی کا صرف ایک یہی واقعہ نہیں اور بھی بے شمار واقعات ہیں جہاں ہمیں مرزا قادیانی بجائے اللہ کی حفاظت میں شیطان کے ہاتھوں کھیلتے نظر آتے ہیں۔

**صفائی**

اب مرزا قادیانی کی اپنی بیان کردہ حقیقت بھی پڑھئے: ''اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں، وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔'' (اربعین ص ۴، خزائن ج ۱۷ ص ۴۷۱)

اس پر مستزاد، مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ: ''مجھے اسہال کی بیماری ہے اور ہر روز کئی کئی دست آتے ہیں۔'' (ملفوظات، ج ۲ ص ۳۷۶)

دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''کبھی کبھی خارش کا

عارضہ بھی ہو جاتا ہے اور اکثر دست آتے رہنا، یہ بیماری تقریباً بیس برس سے ہے۔" (نسیم دعوت، ص۶۹،۷۰، خزائن ج۱۹ص۴۳۴،۴۳۵)

ایک واقعہ مرزا قادیانی کی سیرت کی ایک کتاب میں لکھا ہے۔ اس واقعہ سے اندازہ ہو جائے گا کہ عوام تک کیسی کیسی کہانیاں پہنچی تھیں اور وہ ان کے معیار صفائی، طہارت اور پاکیزگی کو کن الفاظ میں بیان کرتے تھے۔ مصنف نے بھی وہ الفاظ بعینہٖ استعمال کئے۔ بعد کے اڈیشن میں سے "جسم کے ایک حصہ کے ننگے نام کو جو کہ "دوڑا" کے وزن پر ہے لکھنے کی بجائے جگہ خالی چھوڑ دی ہے۔ اکثر جلوت اور خلوت میں رہنے والے مصنف لکھتے ہیں: "اس شخص نے کہا کہ کیا ہم یہودی ہیں۔ میں نے کہا کہ تم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ تمہارے قول اور فعل کس سے ملتے جلتے ہیں۔ اس بات پر وہ شخص سخت غضبناک ہو کر کہنے لگا، دیکھو جی مرزا رات کو لاگی سے بدکاری کرتا ہے اور صبح کو بے غسل ۔۔۔۔۔ بھرا ہوا ہوتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ مجھے یہ الہام ہوا، وہ الہام ہوا۔ میں مہدی ہوں، میں مسیح ہوں۔" (تذکرۃ المہدی، ص۷۵، مصنفہ پیر سراج الحق نعمانی) اس پر کوئی تبصرہ نہیں کرتا۔ کبھی خلق خدا تجھ کو غائبانہ و حاضرانہ کیا کیا؟

لباس:

ایک دفعہ شیخ رحمت اللہ صاحب سے کسی نے اخراجات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود...... کی خدمت میں عرض کیا کہ: "انہیں چاہیے روزانہ ایک دھویا ہوا کرتہ پاجامہ بدل لیا کریں۔ اس سے زیادہ اپنے اخراجات کو نہ بڑھائیں۔ حضرت صاحب نے اس پر فرمایا کہ ہم تو ہفتہ میں ایک بار کپڑے بدلتے ہیں۔" (ذکر حبیب ج اول ص۳۱، ۳۲، مصنفہ مفتی محمد صادق)

کپڑوں کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ: "کوٹ، صدری، ٹوپی، عمامہ رات کو اُتار کر تکیہ کے نیچے رکھ لیتے اور رات بھر تمام کپڑے جنہیں محتاط لوگ شکن اور میل سے بچانے کو الگ جگہ کھونٹی پر ٹانگ دیتے ہیں وہ بستر پر سر اور جسم کے نیچے چلے جاتے اور صبح کو ان کی ایسی حالت ہو جاتی کہ اگر کوئی فیشن کا دلدادہ یا سلوٹ کا دشمن ان کو دیکھ لیتا تو سر پیٹ لیتا۔" (سیرت المہدی، ج۲ص۴۱۹، روایت نمبر۴۴۷)

لباس کے باب میں سب سے آخر میں بیٹے نے لکھا: "ایک بات کا ذکر کرنا بھول گیا وہ یہ کہ آپ امیروں کی طرح ہر روز کپڑے بدلا نہ کرتے تھے بلکہ جب ان کی صفائی میں فرق آنے لگتا تھا۔" (سیرت المہدی، ج۲ص۴۲۰، روایت نمبر۴۴۷) الفاظ کے ہیر پھیر کے باوجود تحریر بتا رہی ہے کہ کم از کم کئی دن کپڑے نہیں بدلتے تھے۔

بیٹے نے سیرت نگاری کرتے ہوئے مزید لکھا ہے: "بارہا دیکھا گیا کہ بٹن اپنا کاج چھوڑ کر دوسرے ہی میں لگے ہوئے ہوتے تھے بلکہ صدری کے بٹن کوٹ کے کاجوں میں لگائے ہوئے دیکھے گئے۔" (سیرت المہدی، ص۱۴۷، روایت نمبر۴۴۷) یہی مرزا قادیانی نے اسلام کے ساتھ کیا ہے کہ اسلام کے کوٹ میں یہودی صدری کے بٹن ٹانک دیئے ہیں۔

"جرابیں پہنتے تھے تو اس کے پاؤں کی ایڑی پاؤں کے تلے کی طرف نہیں بلکہ اوپر ہو جاتی تھی۔" (سیرت المہدی، ج۲ص۳۴۴، روایت نمبر۳۷۸) یہی اسلامی عقائد کے ساتھ کیا ہے کہ ہر چیز اوپر نیچے کر کے اس کو مضحکہ خیز بنا دیا ہے۔

"بعض اوقات کوئی دوست حضور کے لئے گرگابی ہدیتہً لاتا تو آپ بسا اوقات دایاں پاؤں بائیں میں ڈال لیتے۔" (سیرت المہدی، ج۲ ص۳۴۴، روایت نمبر۳۷۸) "موسم گرما میں دن کو بھی اور رات کو تو اکثر اپنے کپڑے اُتار دیتے اور صرف چادر یا لنگی باندھ لیتے۔

"گرمی دانے بعض دفعہ بہت نکل آتے تو اس کی خاطر بھی کرتہ اُتار دیتے۔ تہ بند اکثر نصف ساق تک ہوتا تھا اور گھٹنوں سے اوپر ایسی حالت میں مجھے یاد نہیں کہ آپ برہنہ ہوئے ہوں۔" (سیرت المہدی، ج۲ص۴۱۹، روایت نمبر۴۴۷) ذرا شرفاء غور کریں کہ پوری پوری رات جوان لڑکیوں سے مختلف خدمات کرواتے تھے، ٹانگیں دبواتے تھے۔ اس حالت میں کہ تہ بند (دھوتی) وہ بھی گھٹنوں سے اوپر باندھ کر۔ چھپے ہوئے ناگے پیر تھے مرزا قادیانی دراصل۔ کوئی حیا کا بھی تقاضا ہوتا ہے یا نہیں؟

اخلاق:

اسلام میں اخلاق عبادت کا ہی ایک حصہ ہے۔ مرزا قادیانی کے اپنے اخلاقی ہتھیاروں کی مار سے کوئی نہیں بچ سکا، حتیٰ کہ انبیاء کرام بھی نہیں۔ یہاں صرف اشارۃً ایک دو نمونے کہ مزید کی گنجائش نہیں۔

تعلّی کہ: "خدا وہ ہے کہ جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔" (اربعین ۳، ص۳۶، خزائن ج۱۷، ص۴۲۶)

"میری دعوت سب نے قبول کی اور تصدیق کی ماسوائے کنجریوں کی اولاد نے۔" (آئینہ کمالات اسلام، ص۵۴۷، خزائن ص۵۴۷)

"ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔" (انوار اسلام ص۳۰، خزائن ج۹ص۳۱)

مرزا قادیانی نصیحت کرتے ہیں کہ: "کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔" (کشتی نوح ص۱۱، خزائن ج۱۹ص۱۱)

اور اس نصیحت پر عملدرآمد کرنے کے لئے اپنی ذاتی مثال دیتے ہوئے دعویٰ کرتے ہیں: "میں نے جوابی طور پر بھی کسی کو گالی نہیں دی۔" (مواہب الرحمن ص۱۸، خزائن ج۱۹ص۲۳۶)

(جاری ہے)

# تحفظ ختم نبوت سیمینار، دہلی کالونی

رپورٹ: مولانا محمد قاسم

کراچی... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے زیر اہتمام ''تحفظ ختم نبوت سیمینار'' ۱۲رجنوری بروز اتوار، صبح ۱۱ بجے، ہالان نزد شمیم مسجد، دہلی کالونی میں منعقد ہوا، جس کی صدارت حافظ عبدالقیوم نعمانی مدظلہ فرمارہے تھے۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت قاری جعفر طیار نے حاصل کی۔ نعت رسول مقبول حافظ عبداللہ عبدالقادر نے پیش کی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی مدظلہ نے اپنے ولولہ انگیز بیان میں کہا کہ آیت کریمہ: ''واذ اخذ اللہ میثاق النبیین'' (آل عمران)... میں اللہ رب العزت نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے وعدہ لیا کہ جب آخری نبی کا زمانہ تم پاؤ تو ضرور ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا اور آخری نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کرتے تھے کہ: ''اللہ رب العزت نے جب حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے اولاد آدم کو پیدا فرمایا تو دو جلسے، دو کانفرنسیں اور دو سیمینار بلوائے۔ ایک جلسے میں تمام انسانوں کو جمع فرماکر ان سے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا اقرار لیا اور دوسرا جلسہ جو خاص تھا، اللہ رب العزت کرسی صدارت پر فائز تھے اور مہمان خصوصی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی، اس میں تمام انبیاء ورسل سے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا اقرار کروایا۔ آیت مذکورہ بالا میں اسی جلسے کا ذکر ہے۔'' اور آج ہم ختم نبوت کے عنوان سے جتنے جلسے اور کانفرنسیں کرتے ہیں یہ سب اسی کا تسلسل ہے۔

مہمان خصوصی حضرت مولانا مفتی عبدالستار مدظلہ (امام وخطیب جامع مسجد بیت السلام ڈیفنس) نے اپنے ایمان فروز بیان میں کہا کہ عام مسلمان، جنہیں دین کی زیادہ سمجھ نہیں ہے وہ قادیانیت کو بھی مسلمانوں کے دیگر مسالک کی طرح ایک مسلک سمجھتے ہیں، ان کا خیال ہوتا ہے کہ جس طرح اور فرقوں کے مابین مختلف دینی امور میں اختلافات پیدا ہوجاتے ہیں اسی طرح قادیانیت بھی ایک فرقہ ہے، جس کا مسلمانوں سے بعض مسائل میں اختلاف ہے۔ حالانکہ قادیانیت کسی مسلک، مذہب یا فرقہ کا نام نہیں بلکہ یہ ایک فتنہ ہے، ایسا فتنہ جس کے بانی فتنہ پرور انسان مرزا غلام احمد قادیانی نے خود کو محمد رسول اللہ کے مقابل لاکھڑا کیا ہے۔ الحمدللہ! آج کے دور میں بھی مسلمانوں کا ایک طبقہ ایسا ہے جس نے خود کو ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کی تردید کے لئے وقف کررکھا ہے اور جیسا کہ مولانا محمد علی مونگیریؒ نے فرمایا تھا کہ تحفظ ختم نبوت اور تردید قادیانیت پر اتنا لکھو اور اتنا طبع کراؤ کہ ہر مسلمان کے سرہانے اس موضوع پر کوئی نہ کوئی کتاب یا لٹریچر موجود رہے، یہ طبقہ مولانا مونگیریؒ کے قول پر عمل پیرا ہوکر قادیانیت کا تعاقب کررہا ہے۔ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ اس جماعت کے ساتھ بھرپور تعاون کرے اور اس مقدس مشن میں اپنا بھی حصہ شامل کرے۔

حافظ عبدالقیوم نعمانی مدظلہ نے اپنے مختصر اور اہم بیان میں فرمایا کہ ایک قادیانی سے میری گفتگو ہوئی، اس نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں، میں نے کہا: اگر تمہاری مراد وہ عیسیٰ ہے جس کے بارے میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا کہ وہ شرابی تھا اور اس کی تین نانیاں زناکار تھیں، جن کے خون سے وہ متولد ہوا اور بدکار عورتیں اس کے سر پر اپنی پلید کمائی کا عطر ملاکرتی تھیں، تب تو تمہاری بات ٹھیک ہے، لیکن جس عیسیٰ کا قرآن میں ذکر ہے، احادیث میں ذکر ہے کہ وہ فوت نہیں ہوا بلکہ آسمانوں میں زندہ موجود ہے اور قرب قیامت میں نازل ہوگا اور جو ایک پاکباز، نیک انسان اور خدا کا برگزیدہ بندہ ہے، اگر تم اسے فوت شدہ مان رہے ہو تو تمہارا دعویٰ غلط ہے اور تم اس پر دلیل پیش نہیں کرسکتے، وہ بڑا پریشان ہوا اور کہا کہ میں کل اس کا جواب دوں گا، مگر وہ کئی ماہ تک نہیں آیا، ایک بار مجھے کہیں مل گیا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میری بات کا جواب دو، وہ ٹال مٹول کرنے لگا اور کہا کہ میں کل جواب دوں گا اور آج تک نہیں اس کی کل نہیں آئی، اور ان شاء اللہ تاقیامت نہیں آئے گی۔

آخر میں مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد مدظلہ نے سیمینار میں شریک تمام حضرات کی آمد پر ان کا شکریہ ادا کیا اور تحفظ ختم نبوت کے مقدس مشن کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفی مدظلہ کی دعا پر یہ سیمینار اختتام پذیر ہوا۔

☆☆......☆☆

# عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نویدِ مسرت

## تقریباً 40 سال بعد پہلی مرتبہ مجاہدین وشہدائے ختم نبوت کی لازوال قربانیوں کا ثمرہ منظر عام پر!

★ قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی 21 روزہ کاروائی کی رپورٹ جسے حرف بہ حرف حکومت نے 21 حصوں میں شائع کیا

★ یہ سرکاری مستند دستاویز اپنے قاری کو حق وباطل کے معرکہ سے اسطرح روشناس کرتی ہے کہ مرزا غلام قادیانی کے پیروکاروں کے گرو مرزا ناصر اور لاہوری گروپ کے گرووں کی ذلت آمیز شکست کا عبرت ناک نظارہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

★ یہ رپورٹ مرزا غلام قادیانی اور قادیانیت کے کذب اور دجل پر مہر اور ہر قادیانی ولاہوری کے لئے ''اتمام حجت'' ہے۔

★ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے پہلی مرتبہ انتہائی کاوش وعرق ریزی سے تحقیق وتخریج سے آراستہ کر کے سرکاری رپورٹ کو 5 جلدوں (2952 صفحات) میں شائع کر دیا ہے۔ جو کہ مجلس کے ہر دفتر سے صرف لاگت کے خرچہ -/1000 روپے پر دستیاب ہے علاوہ ڈاک خرچہ، نیز vp کی سہولت حاصل نہ ہوگی۔

★ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے سارے عالم میں اس ''اتمام حجت'' کو قائم کرنے کیلئے یہ پانچ جلدیں انٹرنیٹ پر ملاحظہ کرنے اور مفت محفوظ download کرنے کی سہولت بھی بہم پہنچادی ہے۔

## صرف ایک کلک سے ملاحظہ اور ڈاؤن لوڈ فرمائیں

www.amtkn.com/nareportv1.pdf
www.amtkn.com/nareportv2.pdf
www.amtkn.com/nareportv3.pdf
www.amtkn.com/nareportv4.pdf
www.amtkn.com/nareportv5.pdf

www.amtkn.com
www.khatm-e-nubuwwat.com
www.khatm-e-nubuwwat.info
www.laulak.info
www.facebook.com/amtkn313

ameer@khatm-e-nubuwwat.com, popalzai@amtkn.com

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ ملتان

061- 4783486
0300-4304277